Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ

القران الحکیم ۱۲:۲۵

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

شہادت ۱۳۹۳ ہش
اپریل ۲۰۱۴ء

سیرت النّبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

اللہ
رسول
محمد

صلّی اللہ علیہ وسلّم

Masjid-e-Nabwi[sa]

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النّـــور

(2:258)

اپریل 2014
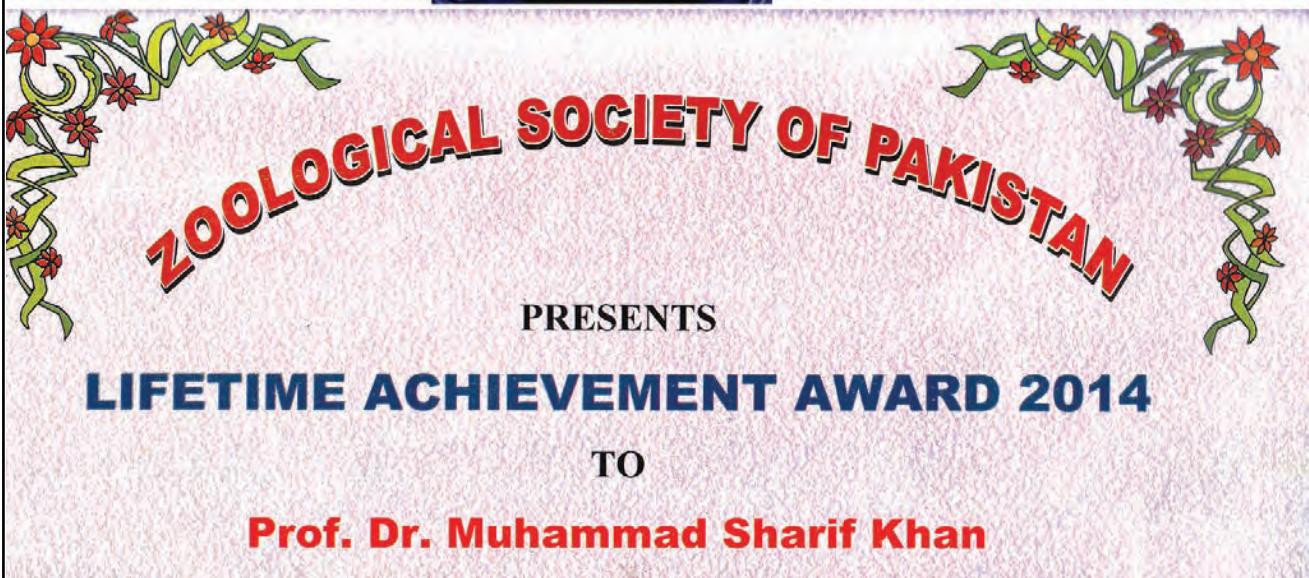
جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ (سبا:16)

(اے قومِ سبا!) اپنے ربّ کے رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۝ (سورۃ العنکبوت:64)

اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ تُو کہہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ لیکن اکثر اُن میں سے عقل نہیں رکھتے۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 74}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ ؕ یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَھَا اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ O (الحج:73)

اور جب ان کے پاس ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں تو تُو منکروں کے چہروں میں (صاف صاف) ناپسندیدگی (کے آثار) دیکھتا ہے۔قریب ہوتا ہے کہ وہ اُن لوگوں پر حملہ کردیں جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سُنا رہے ہوتے ہیں۔تُو کہہ دے کیا مَیں تم کو اس حالت سے بھی ایک بُری حالت کی خبر دوں (اور وہ) جہنم (میں پڑنا) ہے۔اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا وعدہ منکروں سے کیا ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ:

مخالفین کی اذیتوں سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔بلکہ صبر اور برداشت سے کام لیتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنی چاہیئے۔تمام دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ وتصرّف میں ہیں اور وہ جب چاہے اُن کو ہدایت دے سکتا ہے۔تاریخوں میں لکھا ہے کہ غزوہ حنین میں مکہ کا ایک مخالف شخص جس کا نام شیبہؔ تھا مسلمانوں کی طرف سے اس ارادہ کے ساتھ جنگ میں شامل ہوگیا کہ جب دونوں لشکر آپس میں ملیں گے تو مَیں موقعہ پاکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردوں گا۔جب لڑائی تیز ہوئی اور دشمنوں کی تیراندازی کی وجہ سے اسلامی لشکر میں بھاگڑ مچ گئی اور ایک وقت ایسا آیا جب رسول کریم ﷺ کے گرد صرف چند صحابہؓ رہ گئے تو شیبہؔ نے تلوار کھینچی اور رسول کریم ﷺ کے قریب ہونا شروع کیا وہ خود کہتا ہے کہ جب مَیں رسول کریم ﷺ کی طرف بڑھا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے اور آپکے درمیان آگ کا ایک شعلہ بھڑک رہا ہے اور اگر مَیں اور قریب ہوا تو وہ شعلہ مجھے بھسم کرکے رکھ دے گا اتنے میں رسول کریم ﷺ نے مجھے دیکھ لیا۔اور فرمایا شیبہ اِدھر آؤ۔جب مَیں آپکے قریب گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر پھیرا اور فرمایا اے خدا! شیبہؔ کو ہر قسم کے شیطانی خیالات سے نجات عطا فرما۔وہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پھیرنا تھا کہ خدا کی قسم میرے دل سے آپ کی ساری دشمنی اور عداوت جاتی رہی اور میرا دل آپ کی محبت سے بھر گیا۔پھر آپ نے فرمایا شیبہؔ اب آگے بڑھو اور دشمن سے لڑو۔تب میں آگے بڑھا اور مَیں نے دشمن سے لڑنا شروع کردیا میرے دل میں اُس وقت سوائے اس کے اَور کوئی خواہش نہیں تھی کہ مَیں اپنی جان قربان کرکے محمد رسول اللہ ﷺ کو بچاؤں۔۔۔پس مخالفتوں پر صبر اور دُعاؤں سے کام لینا چاہیئے اور مایوسی کو کبھی اپنے قریب بھی بھٹکنے نہیں دینا چاہیئے۔رسول کریم ﷺ کو دیکھو باوجود اس کے کہ مکہ والوں نے آپ کا مقابلہ کیا اور آپ کی تعلیم پر ہنسی اُڑائی پھر بھی آپ مایوس نہیں ہوئے۔بلکہ آپ نے تبلیغ کے کام کو برابر جاری رکھا۔آپ کا طریق تھا کہ جہاں بھی آپ کو کچھ آدمی اکٹھے بیٹھے نظر آتے آپ اُن کے پاس پہنچ جاتے اور فرماتے کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو مَیں آپ کو کچھ خدا کی باتیں سُناؤں۔چونکہ مکہ والوں نے لوگوں میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ یہ شخص نعوذ باللہ پاگل ہوگیا ہے اس لئے جب آپ اُن کے پاس جاتے تو وہ ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے کہتے کہ یہ پاگل ہے اور آہستہ آہستہ کھسک جاتے۔کئی لوگ آپ کے سر پر مٹی ڈال دیتے۔کئی آپ سے تمسخر اور استہزاء سے پیش آتے۔مگر آپ برابر رات اور دن اُن کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں مصروف رہے اور آخر اُنہی میں سے ایسے لوگ پیدا ہوگئے جنہوں نے اسلام کیلئے اپنی جانیں تک قربان کردیں۔پس استقلال کے ساتھ تبلیغ میں مشغول رہنا اور دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اور اُس کی نصرت کو کھینچنا یہی کامیابی کا ذریعہ ہوتا ہے۔جب تک کسی قوم میں اس قسم کی دیوانگی پیدا نہ ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 94-96)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ دُعا سکھائی:

☆ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ، وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِی النَّاسَ مِنَ الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَیْرِ الضَّالِ وَالْمُضِلِّ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کردے، اور میرا ظاہر نیک اور اچھا بنادے۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے دنیا میں تیری عطاؤں سے ایسے نیک اہل وعیال اور پاک مال مانگتا ہوں جو خود برگشتہ ہونے والے ہوں نہ گمراہ کرنے والے۔

....

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے قرض سے بچنے کے لئے یہ دُعا سکھائی:

☆ اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنَا بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! ہمارے لئے اپنا حلال (رزق) کافی کردے بجائے حرام کے اور ہمیں اپنے فضل سے اپنے سوا ہر ایک سے بے نیاز کردے۔

....

حضرت ابوامامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ نے ڈھیر ساری دُعائیں کی ہیں جو ہمیں یاد ہی نہیں رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک جامع دُعا سکھاتا ہوں تم یہ یاد کرلو:

☆ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَیْکَ الْبَلٰغُ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر و بھلائی مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگی اور ہم تجھ سے ان باتوں سے پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ چاہی۔ تو ہی ہے جس سے مدد چاہی جاتی ہے۔ پس تیرے تک دُعا کا پہنچنا لازمی ہے۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں مَیں ۔۔۔ سب خشک باغ دیکھے پُھولا پھلا یہی ہے
ہر جا زمیں کے کیڑے دِیں کے ہوئے ہیں دشمن ۔۔۔ اسلام پر خُدا سے آج ابتلا یہی ہے
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سُو ۔۔۔ اس غم سے صادقوں کا آہ و بُکا یہی ہے
سب مشرکوں کے سَر پر یہ دِیں ہے ایک خنجر ۔۔۔ یہ شرک سے چُھڑادے ان کو اذیٰ یہی ہے
کیوں ہوگئے ہیں اس کے دشمن یہ سارے گمراہ ۔۔۔ وہ رہنما ہے رازِ چُون و چَرا یہی ہے
دِیں غار میں چُھپا ہے اِک شور کُفر کا ہے ۔۔۔ اب تُم دعائیں کر لو غارِ حِرا یہی ہے
وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا ۔۔۔ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مِرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دُوسرے سے بہتر ۔۔۔ لیک از خُدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خُوب تر ہے خُوبی میں اک قمر ہے ۔۔۔ اس پر ہر اک نظر ہے بدرُالدّجےٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے ۔۔۔ مَیں جاؤں اُس کے وارے بس ناخُدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دِکھائے ۔۔۔ دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی ، وہ دلبرِ نہانی ۔۔۔ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہ نُما یہی ہے
وہ آج شاہِ دِیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے ۔۔۔ وہ طیب و امیں ہے اُس کی ثناء یہی ہے
حق سے جو حُکم آئے سب اُس نے کر دکھائے ۔۔۔ جو راز تھے بتائے نِعم العطاء یہی ہے
آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دل یار سے قریں ہے ۔۔۔ ہاتھوں میں شمعِ دِیں ہے عینُ الضیاء یہی ہے

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

'' آنحضرت ﷺ کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل۔ خفی ہو یا جلی۔ بیّن ہو یا مشتبہ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سرّ میں بیویوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بچند وسائط عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا کہ مَیں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا مَیں اُس کو حفظ کرلوں۔ پس بعض نے مجھ کو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں تو مَیں یہ بات سن کر لکھنے سے دستکش ہوگیا۔ اور اس بات کا رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اُس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر یہ کہا جائے کہ اُنہیں احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے اگر کل قول و فعل آنحضرت ﷺ کا وحی سے تھا تو پھر وہ غلطی کیوں ہوئی گو آنحضرت اس پر قائم نہیں رکھے گئے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دُور نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے قبضہ سے ایک دم جدا نہیں ہوتے تھے پس اُس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثل ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہوا تا اُس سے دین کے مسائل پیدا ہوں سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دین ہو۔ اور بعض باریک مسائل اُس کے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگ وحی تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرّف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اُس کو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔ سو ہم اُس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ اس وقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ میں لے کر مصالح عام کیلئے ایک نور کو سہو کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آجاتی تھی جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کیلئے پانی روک دیں اور پھر چھوڑ دیں پس اس جگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہوگیا یا اُس میں سے اُٹھا لیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ روح القدس تو کبھی اُس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ مگر بعض اوقات خدا تعالیٰ بعض مصالح کے لئے انبیاء کے فہم و ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر اُن سے صادر ہوتا ہے اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے تب پھر وحی کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو درمیان سے اُٹھا دیا جاتا ہے گویا اُس کا کبھی وجود نہیں تھا۔ حضرت مسیح ایک انجیر کی طرف دوڑے گئے تا اُس کا پھل کھائیں اور روح القدس ساتھ ہی تھا مگر روح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اس وقت انجیر پر کوئی پھل نہیں۔ با ایں ہمہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ شاذ و نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس جس حالت میں ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر خدائی کا جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات میں حرکات میں سکنات میں اقوال میں افعال میں روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں تو پھر اگر ایک آدھ بات میں بشریت کی بھی بُو آوے تو اس سے کیا نقصان۔ بلکہ ضرور تھا کہ بشریت کے تحقق کیلئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا' تا لوگ شرک کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔''

(روحانی خزائن جلد 5 آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 112-116)

خطبہ جمعہ

اصل مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں مسلمان ہے۔ وہ مسلمان ہے جو اعلان کرے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شرعی نبی مانتا ہوں، خاتم الانبیاء یقین کرتا ہوں۔ اور اس تعریف کے مطابق احمدی مسلمان ہیں اور عملاً بھی اور اعتقاداً بھی دوسروں سے بڑھ کر مسلمان ہیں۔

اس اعلان کے بعد ہمیں زبردستی غیر مسلم بنا کر کچھ بھی ظلم یہ آئینی مسلمان ہم پر کریں یا وہ مسلمان جو آئین کی رو سے مسلمان ہیں، ہم پر کریں، یا حکومتیں اور اُن کے وزراء کی اشیر باد پر ان کے کارندے ہم پر کریں، یہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں گناہ گار بن رہے ہیں اور ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب لا رہے ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں یقیناً ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب لانے والی ہونی چاہئیں۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم تو اسلام کا غلط تاثر دینے والوں کے تاثرات کو زائل کر رہے ہیں اور یہ ہمارا کام ہے کہ اسلام کی خوبصورتی کو دنیا میں دکھائیں، اس لئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ کرتے چلے جائیں گے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 14 جون 2013 ء بمطابق 14 احسان 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ○

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تِلْکَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرة:113،112)

ان آیات کا ترجمہ ہے: اور وہ کہتے ہیں کہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا سوائے اُن کے جو یہودی یا عیسائی ہوں۔ یہ محض اُن کی خواہشات ہیں۔ تو کہہ کہ اپنی کوئی مضبوط دلیل تو لاؤ، اگر تم سچے ہو۔ نہیں نہیں۔ سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کر دے اور احسان کرنے والا ہو تو اُس کا اجر اُس کے ربّ کے پاس ہے اور اُن لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

گزشتہ دنوں مجھے کسی نے لکھا کہ پاکستان میں جو نئی حکومت بنی ہے، یہ بھی حسبِ سابق احمدیوں کے ساتھ وہی کچھ کرے گی جیسے پہلے بھی یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔ اور ایک وزیر کا نام لیا کہ وہ تو پہلے بھی احمدیوں کے ساتھ اچھا نہیں رہا۔ اب پھر ایسے حالات ہو جائیں گے۔

لکھنے والے نے اس پر اپنی بڑی فکر کا اظہار کیا ہوا تھا۔ یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے کیا ہوتا ہے، لیکن چاہے یہ حکومت ہو یا کوئی اور حکومت ہو جب پاکستان میں ایک قانون احمدیوں کے خلاف ایسا بنا ہوا ہے جس میں ظلم کے علاوہ کچھ نہیں تو پھر اس قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی فکر کرنی ہے تو وہ پاکستان میں احمدیوں کے لئے ہمیشہ کی اور مستقل فکر ہی ہے۔ اور پاکستانی احمدیوں کو خود بھی اس لحاظ سے دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اگر تو ہم نے دنیاوی حکومتوں سے کچھ لینا ہے تو بیشک یہ سوچ رکھیں اور فکر کریں۔ لیکن اگر ہمارا تمام تر انحصار خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے اور یقیناً خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے تو پھر اس

قسم کی فکر کی ضرورت نہیں۔ یا اس قسم کی امید کی ضرورت نہیں کہ فلاں آئے گا تو ہمارے حالات بہتر ہو جائیں گے اور فلاں آئے گا تو حالات خراب ہو جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، اگر ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو پھر اس قسم کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان دنیاوی حکومتوں نے تو دنیا کے لحاظ سے جو چاہنا ہے کرنا ہے۔ اور ماضی میں جب سے احمدیوں کے خلاف اسمبلی میں یہ قانون پاس ہوا ہے، گزشتہ تقریباً اڑتیس سال سے یہ کر رہے ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے یہ مخالفت ہے۔ اُس وقت سے بھی اگر حکومت کے لیول پر نہیں تو حکومتی کارندے کچھ نہ کچھ مخالفین کے ساتھ شامل ہو کر جماعت احمدیہ کے خلاف یا بعض احمدیوں کے خلاف منصوبے بناتے رہے ہیں۔

بہر حال چاہے ایک نظریہ رکھنے والی حکومت ہو یا دوسرا، اپنے زعم میں تو انہوں نے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا ہوا ہے۔ اور یہی ایک وجہ ہے مخالفت کی، یہی ایک وجہ ہے مُلّاں کو کھلی چھوٹ دیئے جانے کی۔ اور جو بھی حکومت آئے وہ ظلموں کی انتہا بھی ایک طرح سے ہر حکومت میں ہو رہی ہے بلکہ بڑھ رہی ہے۔

پس ہمیں نہ تو ان دنیاوی حکومتوں سے کسی بھلائی کی امید ہے اور نہ رکھنی چاہئے اور نہ ہمیں دائرہ اسلام میں شامل ہونے کے لئے یا مسلمان کہلانے کے لئے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے، کسی سند کی ضرورت ہے۔ اصل مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں مسلمان ہے۔ وہ مسلمان ہے جو اعلان کرے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شرعی نبی مانتا ہوں، خاتم الانبیاء یقین کرتا ہوں۔ اور اس تعریف کے مطابق احمدی مسلمان ہیں اور عملاً بھی اور اعتقاداً بھی دوسروں سے بڑھ کر مسلمان ہیں۔

پس اس اعلان کے بعد ہمیں زبردستی غیر مسلم بنا کر کچھ بھی ظلم یہ آئینی مسلمان ہم پر کریں یا وہ مسلمان جو آئین کی رو سے مسلمان ہیں، ہم پر کریں، یا حکومتیں اور اُن کے وزراء کی اشیر باد پر ان کے کارندے ہم پر کریں، یہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں گنہگار بن رہے ہیں اور ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب لا رہے ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں یقیناً ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب لانے والی ہونی چاہئیں۔ ہر احمدی کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قرب اور اس قرب میں مزید بڑھنا یہی الٰہی جماعتوں کا شیوہ ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ یہاں ابھی میں نے آئینی مسلمان کہا تو جن کو اس بات کا پوری طرح پتہ نہیں اُن کے علم کے لئے بتا دوں کہ پاکستان کا آئین یہ کہتا ہے کہ احمدی آئینی اور قانونی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب المیہ ہے بلکہ مضحکہ خیز بات ہے کہ ایک جمہوری سیاسی اسمبلی اور جمہوری سیاسی اسمبلی کا دعویٰ کرنے والی اسمبلی اور حکومت مذہب کے بارے میں فیصلہ کر رہی ہے۔

بہر حال اس حوالے سے 1974ء میں جو قانون پاس کیا گیا تھا اس کے بعد پھر فوجی آمر نے اس قانون میں مزید سختیاں پیدا کیں۔ اس وقت مَیں اُن کی تفصیلات میں تو نہیں جاؤں گا۔ بہر حال اس آئینی فیصلے کے مطابق احمدی تو آئین اور قانون کی نظر میں غیر مسلم ہیں۔ باوجود اس کے کہ دنیا میں اسلام کی صحیح تصویر احمدی ہی پیش کر رہے ہیں۔ اور غیر احمدی پاکستانی شہری آئین اور قانون کی رُو سے مسلمان ہیں باوجود اس کے کہ اسلام کی غلط تصویر ان میں سے بعض گروہ یا اکثر گروہ پیش کر رہے ہیں، اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

مجھ سے اکثر دنیا والے پوچھتے ہیں اور اس دورہ میں جو میرا امریکہ اور کینیڈا کا ہوا ہے، مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اس میں بھی ہر جگہ پریس نے یہ پوچھا کہ تم جو اسلام پیش کرتے ہو ٹھیک ہے بہت اچھا ہے لیکن مسلمان اکثریت تو تمہیں مسلمان نہیں سمجھتی اور اُن کے عمل جو سامنے آ رہے ہیں یہ تو اس سے بالکل الٹ ہیں جو تم کہتے ہو۔ ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی تم کرتے ہو کہ احمدی دنیا میں صحیح اسلامی انقلاب لائیں گے۔ یہ کس طرح ہوگا؟ بہر حال اُن کو تو مَیں یہی بتاتا ہوں کہ یہ ''ہوگا'' والی بات نہیں بلکہ ہو رہا ہے۔ اور لاکھوں سعید فطرت مسلمان اس حقیقی اسلام کو سمجھ کر ہر سال اسلام میں، احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں، اس حقیقی اسلام میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اُس وقت تک یہ کام کرتے چلے جائیں گے جب تک دنیا کو یہ نہ منوا لیں کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن کے وہ پیغامبر ہیں جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اور آپؐ کے جھنڈے تلے ہی دنیا کی نجات ہے۔ باقی مَیں اُن کو یہ بھی کہتا ہوں کہ کسی کے مذہب کا فیصلہ کرنا یا کسی مذہب کا ماننے والا یا نہ ماننے والا سمجھنا کسی دوسرے شخص کا کام نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے مذہب کا فیصلہ خود کرتا

ہے۔ بعض شدت پسند حکومتیں یا مُلّاں ہمیں مسلمان سمجھیں یا نہ سمجھیں اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں مسلمان ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے وہ سب مسلمان ہیں اور اُن سے بہتر مسلمان ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا۔ اور یہی ہر احمدی جو ہے، سمجھتا ہے۔ اس قسم کی حرکتیں کر کے یہ لوگ احمدیت کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اگر کوئی حکومت یا وزیر یا اُن کے چیلے احمدیوں پر ظلم کریں گے تو دنیا میں اپنی حکومت کو اور ملک کو بدنام کریں گے۔ جو بھی حکومت آتی ہے اس حکومت کے بدنام ہونے سے ہمیں فرق نہیں پڑتا۔ گو ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے شرمندگی بہر حال ہوتی ہے۔ لیکن ملک کی بدنامی سے ہر احمدی کا دل خون ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ملک کی خاطر ہم نے بڑی قربانیاں دی ہوئی ہیں۔ یہاں مذہب کے نام پر خون کر کے یہ لوگ نہ صرف ملک کو بدنام کر رہے ہیں بلکہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور اسلام جو امن، صلح، بھائی چارے اور محبت کا مذہب ہے اُسے بھی بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ دشمنوں سے بھی حسنِ سلوک کرو۔ جہاں انصاف کا سوال آئے، انصاف بہر حال مقدم ہے۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا۔ ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ (المائدۃ: 9) یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یعنی کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا تقویٰ اختیار کرو۔ پس یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ مخالفین اسلام جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں ہم قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم بتا کر اور یہ باتیں کہہ کر ان کا منہ بند کرواتے ہیں کہ حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک حقیقی مسلمان بے انصافی اور ظلم کی باتیں کرے۔ لیکن مسئلہ یہاں یہ ہے کہ جن لوگوں کے پیچھے قوم چل رہی ہے اُن میں تقویٰ تو ویسے ہی نہیں ہے۔ اور جب تقویٰ ہی نہیں تو پھر اُن سے ظلم اور بے انصافی کی توقع ہی کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ تو اُن سے کچھ اور توقع نہیں ہو سکتی۔

ابھی دو دن پہلے یو کے (UK) جماعت کے سو سال پورے ہونے پر یہاں پارلیمنٹ ہاؤس میں ایک فنکشن تھا جس میں بیالیس پارلیمینٹیرین (Parliamentarian) شامل ہوئے، جن میں سے ڈپٹی پرائم منسٹر صاحب بھی آئے ہوئے تھے اور چھ وزراء بھی آئے ہوئے تھے اور بیس دوسرے ڈپلومیٹ اور دوسرا پڑھا لکھا ہوا طبقہ تھا۔ تو اُن کے سامنے بھی مَیں نے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی روشنی میں یہ بتایا کہ حقیقی اسلام کیا ہے۔ تو سب کا یہی کہنا تھا کہ تمہارے ایڈریس تو ہمیشہ کی طرح یہی ہوتے ہیں اور جماعت احمدیہ امن اور صلح کی باتیں کرتی ہے لیکن دوسرے مسلمان گروپ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے بہر حال ہمیں پریشانی ہے۔ بعض یہ سیاستدان لوگ جو ہیں، کھل کر اظہار کر دیتے ہیں، بعض سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے ڈر ڈر کر بات کرتے ہیں۔ لیکن بہر حال جب میں قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے حوالے سے بات کرتا ہوں تو یہ بہر حال اُن کو پتہ چل جاتا ہے کہ اصل اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ بعض اتنے متاثر ہوتے ہیں، کل پرسوں کی بات ہے، ایک ملک کے سفیر مجھے کہنے لگے کہ تمہارا ہر ہر لفظ جو تھا، جو تم quote کر رہے تھے قرآن اور اُسوہ کے حوالے سے، میرے دل کے اندر جا رہا تھا۔ وہ عیسائی ہیں، اُن سے تھوڑی سی بے تکلفی بھی ہے۔ کیونکہ وہ فنکشن میں اکثر آتے ہیں، اُنہیں مَیں نے کہا کہ یہ صرف آپ کے دل میں بٹھانے کے لئے نہیں بلکہ اس پیغام کو اپنے حلقے میں بھی پھیلائیں۔ تو کہنے لگے یہ تو مَیں کرتا ہوں اور اب آئندہ بھی کروں گا۔ تو غیروں کے دلوں میں تو اثر ہوتا ہے لیکن پتھر دل مولوی ایسے ہیں جو اس پیغام کو سن کر اور ہمارے منہ سے سن کر اُن کے دل مزید پتھر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم تو اسلام کا غلط تاثر دینے والوں کے تاثرات کو زائل کر رہے ہیں اور یہ ہمارا کام ہے کہ اسلام کی خوبصورتی کو دنیا میں دکھائیں، اس لئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ کرتے چلے جائیں گے۔ لیکن پھر بھی مسلمان ممالک کے سیاستدان اور بعض پڑھے لکھے لوگ مُلّاں کے پیچھے چل کر احمدیوں پر اسلام کے نام پر ظلم کرتے ہیں۔ اور یہ ان کا کام ہے۔ بہر حال جس طرح ہم اپنا کام کرتے چلے جائیں گے انہوں نے بھی اپنا کام کرتے رہنا ہے اور اس بات سے ہمیں کوئی ایسی فکر نہیں ہونی چاہئے۔ جیسا کہ میں نے کہا، ہمیں تو ان سے نہ کوئی امید ہے اور نہ ہم ان کی طرف دیکھتے ہیں۔ اگر یہ انصاف سے حکومت چلائیں گے اور ظلم کو روکیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان کر اُس کے اجر کے مستحق

ٹھہریں گے۔ ہمارا خدا تو ہمارے ساتھ ہے۔ وہ تو ہمیں تسلی دلانے والا ہے اور دلاتا ہے اور حفاظت کرتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ میں کہہ چکا ہوں ان کے منصوبے تو بڑے خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اپنے وعدے کے مطابق نوازے گا، انشاء اللہ۔ لیکن ظلم کرنے والوں کی پکڑ کے سامان بھی ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

پس ہمیں کسی دنیاوی حکومت کی طرف دیکھنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اُس کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے، اُس کے حکموں پر چلنے کی ضرورت ہے۔ باقی رہا یہ کہ مذہب کے ٹھیکیداروں کا یہ اعلان کہ جو ہمارے کہنے کے مطابق نہیں کرتا اور ہمارے پیچھے نہیں چلتا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھتکارا ہوا ہے اور جہنمی ہے۔ اس لئے اپنے لوگوں کو یہ کھلی چھٹی دیتے ہیں کہ جو چاہے ان لوگوں سے کرو۔ تم جو چاہے احمدیوں سے کرو، تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اور یہی کچھ عملاً ہو بھی رہا ہے کہ حکومت جو قانون کی بالا دستی کا دعویٰ کرتی ہے احمدیوں پر ظلموں پر نہ صرف یہ کہ کچھ نہیں کرتی بلکہ اُلٹا ظالم کا ساتھ دیتی ہے۔

ابھی دو دن پہلے ہی ایک احمدی کو کراچی میں شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک کو جہلم میں بھی مارنے کی غرض سے حملہ کیا گیا۔ وہ شدید زخمی ہوئے، ہسپتال میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی صحت و سلامتی سے شفا عطا فرمائے۔ اور بیچارے جو بعض غیر از جماعت احمدیوں کے دوست ہیں وہ بھی اُس ظلم کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ یہ کراچی میں جو واقعہ ہوا شہادت کا، ان کے ساتھ کار میں بیٹھے ہوئے ان کے دو غیر از جماعت دوست تھے وہ بھی شدید زخمی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی صحت دے۔ ہسپتال میں داخل ہیں، ان میں سے ایک کی تو کریٹیکل (Critical) حالت ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے مذہب کے ٹھیکیداروں کا بھی یہی حال تھا، وہ بھی یہی کچھ کہتے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ اعلان کرتا ہے کہ جو بھی اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا کا تابع بنا دے اور احسان کرنے والا ہو، تو اُس کا اجر اُس کے رب کے پاس ہے۔ یہ دوسرے دوست جو زخمی ہوئے ہیں، ایک تو کراچی میں ہوئے ہیں، دوسرے سرائے عالمگیر جہلم کے ہیں۔ ان کی حالت اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے۔ تو بہر حال یہ جو مَیں کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو بھی اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا کا تابع بنا دے اور احسان کرنے والا ہو تو اُس کا اجر اُس کے رب کے پاس ہے۔ جنت اور جہنم میں جانے کا سرٹیفکیٹ کسی مذہب یا مذہب کے نام پر خون کرنے والوں نے نہیں دینا، یا کسی دوسرے شخص نے نہیں دینا، کسی اسمبلی نے نہیں دینا۔ پس اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے وہ اعلان فرماتا ہے کہ جو نیک عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرے، زمانہ کے امام کی بیعت میں آئے اور اس لئے آئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کا حکم ہے تو پھر نہ ایسے شخص کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت ہے، نہ غمگین ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے اُس کی تعلیم کے مطابق کیا گیا ہر عمل اُسے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنائے گا۔

پس ہر احمدی جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آیا ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہے۔ مسلمان بھی یقیناً ہے اور پکّا مسلمان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والا بھی ہے۔ اُس کے مسلمان ہونے پر کسی اسمبلی یا سیاسی حکومت کی مہر کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مسلمان ہے جو ان آیات کے مطابق جو مَیں نے تلاوت کی ہیں یہ اعلان کرے کہ مَیں مسلمان ہوں۔ فرمایا کہ مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ۔ جو کوئی بھی اپنی تمام تر توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر کر اس کا اعلان کر دے کہ میں مسلمان ہوں تو یہی لوگ مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی دوسرا یہ اعلان کرے کہ تم مسلمان ہو یا نہیں ہو، بلکہ ہر فرد اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تابع بنا کر پھر اعلان کرے کہ مَیں اپنی مرضی سے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہوں اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے مجھ پر ڈالی ہے اُسے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ اور پھر دعویٰ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَھُوَ مُحْسِنٌ۔ وہ احسان کرنے والا ہو۔ وہ تمام اعمال احسن طریق پر بجا لائے جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ یہ ذمہ داری ہے جو اُٹھانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا ہے۔ اور ہر اُس برائی سے بچے جس سے رکنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اگر یہ حالت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر پھر ایسے شخص پر پڑے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم ایسے ہو تو تم میں کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہونا چاہئے۔ نیک اعمال پچھلے گناہوں سے بھی مغفرت کے

سامان کر رہے ہوں گے اور نیک اعمال کا تسلسل اور باقاعدگی، برائیوں سے بچنا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا، آئندہ کی غلطیوں سے بھی ایک مومن کو بچا رہے ہوں گے۔ خوف اور غم سے دُور رکھنے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ:

''واضح ہو کہ لغت عرب میں اسلام اس کو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے اور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں اور یا یہ کہ صلح کے طالب ہوں اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں۔'' اسلام یہ ہے۔ یہ چار چیزیں ہیں کہ کسی چیز کی قیمت پیشگی کے طور پر دی جائے، کسی کو اپنا کام سپرد کیا جائے، صلح کے لئے کوشش کی جائے اور ہر قسم کے جھگڑے والی باتوں کو چھوڑ دیا جائے اور فرمایا کہ ''اور اصطلاحی معنے اسلام کے وہ ہیں جو اِس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرة:113) یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔'' فرمایا ''اعتقادی طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اس طرح سے کہ خالصاً لِلّٰہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوّت سے متعلق اور ہر یک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے۔ مگر ایسے ذوق وشوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبودِ حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 57-58)

پس یہ وہ مقام ہے جو ہمیں اعتقادی اور عملی طور پر حاصل کرنا ہے۔ اگر ہماری اپنی اصلاح ہے، اگر ہم اپنے ایمان میں مضبوط ہیں، اگر ہم اپنے اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہیں کہ یہ خدا کی رضا کے مطابق ہیں یا نہیں اور اُنہیں خدا کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں، دعاؤں پر زور دے رہے ہیں تو پھر دنیا داروں کے دنیاوی قانون یا قانون کی آڑ میں ظلم ہمیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے یا ظاہری طور پر شاید دنیاوی لحاظ سے نقصان پہنچا دیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم مقبول ہوں گے۔

قرآنِ کریم نے ان ظلم کرنے والوں کی مثالیں دے کر پہلے ہی ہمارے دلوں کو مضبوط فرما دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں ساحر تھے یا بن کے جو آئے تھے اور پھر قائل ہو گئے، انہوں نے یہی جواب دیا تھا کہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ۔ (طٰہٰ: 73) کہ پس تیرا جو زور لگتا ہے لگا لے۔ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ (طٰہٰ: 73)۔ تو صرف اس دنیا کی زندگی کے بارے میں فیصلہ کر سکتا ہے اسے ختم کر سکتا ہے۔ پس اگر کوئی بھی حکومت ظلم کرنا چاہتی ہے تو اُن کے سامنے مومنوں کا انجام بھی ہے اور فرعونوں کا انجام بھی ہے۔ آخری فتح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومنوں کی ہی ہوتی ہے اور یہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہوگی۔

پس ہم نے تو اس ایمان کا مظاہرہ کرنا ہے جو دنیا والوں سے خوف کھانے والا نہ ہو بلکہ اگر کوئی خوف اور غم ہو تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو کس طرح حاصل کرنا ہے، اُس کے قرب کو کس طرح حاصل کرنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان اور مسلمان ہونے کی اعلان کرنے والے اور نیک اعمال بجالانے والوں کے جس معیار کا ذکر فرمایا ہے، وہ سورۃ نساء کی اس آیت میں ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً۔ (النساء:126) اور دین میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اپنی تمام تر توجہ اللہ کی خاطر وقف کر دے۔ اور وہ احسان کرنے والا ہو اور اُس نے ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو۔ اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا تھا۔ پس ابراہیم کی ملّت کی پیروی کی ضرورت ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا دوست بننا ہے۔ ملّت کے مختلف معنی ہیں۔ ایک معنی طریق اور راستے کے بھی ہیں۔ اس کے معنی مذہب کے بھی ہیں۔ (اقرب الموارد زیر مادہ ''ملل'') اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (النجم:38)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اُس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اُس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (النجم:38)۔ ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذّتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔......" فرمایا "جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اُس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔" فرمایا "...... اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دُکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دُکھ اُٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اُس کو دُکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 703۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا "اپنے دل کو غیر سے پاک کرنا اور محبتِ الٰہی سے بھرنا، خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق چلنا اور جیسے ظلّ اصل کا تابع ہوتا ہے ویسے ہی تابع ہونا کہ اس کی اور خدا کی مرضی ایک ہو، کوئی فرق نہ ہو۔ یہ سب باتیں دعا سے حاصل ہوتی ہیں۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 457۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور یہی خصوصیات تھیں، ابراہیم کی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ: "اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اُس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اور اُس کی راہ میں وقف ہو جاوے۔ اور جو امانتیں اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی مُعطی حقیقی کو واپس دی جائیں۔ اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اُس کی حقیقتِ کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے۔ یعنی شخص مدعی اسلام" جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے "یہ بات ثابت کر دیوے کہ اُس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اُس کی عقل اور اُس کا فہم اور اُس کا غضب اور اُس کا رحم اور اُس کا حلم اور اُس کا علم اور اُس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں، اور اُس کی عزت اور اُس کا مال، اور اُس کا آرام اور سرور، اور جو کچھ اُس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے، یہاں تک کہ اُس کی نیّات اور اُس کے دل کے خطرات" دل کے خطرات بہت ہوتے ہیں۔ فرمایا "نیّات اور اُس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اُس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اُس کا ہے وہ اُس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے۔ اور تمام اعضاء اور قُویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 60-59)

یعنی اب اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کے ہو گئے ہیں۔

پس یہ ہے وہ مقام جو ہر احمدی کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جب یہ مقام ہم حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو تبھی حقیقی مسلمان ہونے کا اعلان کر سکتے ہیں، تبھی ہم خدا تعالیٰ کی پناہ میں آنے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ بحیثیت جماعت، جماعت کی کثرت اس مقام کو حاصل کرنے والی ہو۔ دعاؤں کی طرف توجہ دینے والی ہو۔ ہم حقیقت میں اسلامی رنگ میں رنگین ہونے والے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے اُن لوگوں میں شمار ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔(النحل:90) کہ فرمانبرداری کے لئے خالص ہو کر اسلام کے احکامات پر عمل کرنے والوں کے لئے بشارت ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملتی ہے تو دشمن کی بیخ کنی اور خاتمہ کے نظارے بھی نظر آتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہم میں سے اکثریت کی دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہو جائے، بلکہ ہر ایک احمدی کی دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو اور جلد ہم مخالفین کے انجام کو بھی دیکھنے والے ہوں۔

اس کے بعد اب مَیں، جیسا کہ مَیں نے کہا، کراچی میں ایک شہید کئے گئے ہیں، اُن کے کچھ کوائف پیش کرتا ہوں۔ انشاء اللہ نمازِ جمعہ کے بعد اُن کا جنازہ غائب بھی ہو گا۔ اُن کا نام مکرم چوہدری حامد سمیع صاحب تھا۔ چوہدری عبدالسمیع خادم صاحب مرحوم کے بیٹے تھے۔ گلشن اقبال کراچی میں ہی رہتے تھے۔ 11 رجون کو ان کی شہادت ہوئی ہے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ ان کے دادا مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب کا تعلق گورداسپور انڈیا سے تھا۔ اسی طرح آپ کی دادی سردار بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی چوہدری محمد اسماعیل صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے دادا چوہدری عبدالرحیم صاحب نے

1924ء میں بیعت کی تھی۔ بیعت کے بعد انہیں اپنے والدین کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مخالفت کوئی آج سے نہیں ہے، یہ ہمیشہ سے ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے والد اس طرح اِن کے دادا کو سزا دیا کرتے تھے کہ اُن کی ہتھیلیوں پر چارپائی کے پائے رکھ کے باندھ دیا کرتے تھے اور خود چارپائی پر سو جایا کرتے تھے۔ اور اس طرح آپ کے دادا ساری رات اسی حالت میں بندھے رہتے تھے۔ ان کی وجہ سے ان کی ہتھیلیوں میں نشان بھی پڑ گئے تھے۔ آخر 1929ء میں پھر یہ لاہور آ گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ اور حامد سمیع صاحب کی پیدائش بھی لاہور میں ہوئی۔ تعلیمی لحاظ سے یہ چارٹڈ اکاؤنٹنٹ تھے اور ان کے والد بھی چارٹڈ اکاؤنٹنٹ تھے اور ان کی اپنی چارٹڈ اکاؤنٹینسی کی فرم تھی، وہ چلایا کرتے تھے۔ ان کی عمر شہادت کے وقت اڑتالیس سال کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

یہ عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد تقریباً ساڑھے چھ بجے اپنی فرم سے جو جناح روڈ کراچی میں تھی کار کے ذریعہ سے جا رہے تھے اور غیر از جماعت دوست بھی ان کے ساتھ گاڑی میں سوار تھے۔ کہتے ہیں یہ اپنے دفتر سے کچھ آگے نکلے ہیں تو نامعلوم حملہ آوروں نے جو کہ موٹر سائیکلوں پر سوار تھے ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور زخموں کی نوعیت سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آور دو موٹر سائیکلوں پر سوار تھے اور گاڑی کے دونوں طرف سے انہوں نے حملہ کیا تھا۔ کم و بیش چھ گولیاں آپ کے ماتھے پر لگی تھیں اور پھر کمر پر، چہرے پر، جس سے آپ موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اور دو دوست بھی جیسا کہ مَیں نے کہا زخمی ہیں اور ایک کی حالت کافی تشویشناک ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اُن پر بھی۔ بہر حال یہ لگتا ہے کہ وہ جو دو دوست زخمی تھے، اُن کو براہِ راست گولیاں نہیں لگیں بلکہ ان سے گولیاں گزر کر اُن کو جا کے لگتی رہی ہیں۔ یہ شہید مرحوم اپنے حلقے کے سیکرٹری مال بھی تھے۔ اس کے علاوہ پہلے خدام الاحمدیہ اور اب انصار کے شعبہ مال میں بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے خوش طبع تھے، ہمدرد تھے۔ بااخلاق انسان تھے اور ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ انتہائی خیال اور محبت کرنے والے شخص تھے۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ بھی، بچوں کے ساتھ بھی، دوسروں کے ساتھ بھی انتہائی شفقت کا سلوک کرنے والے تھے۔ ان کے صدر صاحب حلقہ کہتے ہیں کہ شہید مرحوم انتہائی اطاعت گزار طبیعت کے مالک تھے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار نے مئی میں تحریک کی کہ مئی میں ہی چندے کی ادائیگی مکمل ہو جائے تو انہوں نے فوراً اپنی ادائیگی کر دی بلکہ کچھ زیادہ دے دیا اور گیارہ جون کو شہادت سے ایک دن قبل موصیان کی میٹنگ کا انعقاد کیا اور بڑے پُر اثر انداز میں وصایا اور چندوں کے نظام کی اہمیت بیان کی۔ اچھے بولنے والے بھی تھے۔ انٹرن شپ کے لئے احمدیوں کی کافی مدد کیا کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ صبا حامد صاحبہ اور دو بیٹیاں ہیں، عروسہ حامد چودہ سال کی، بارعہ حامد سات سال کی۔ اور بیٹا راسخ احمد نو سال کا۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ہر موقع پر خود ان کا حامی و ناصر ہو۔ ان کے باقی بھائی اور بہنیں وغیرہ پاکستان سے باہر ہی مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

بدرِ کامل

امۃ الباری ناصر

نعمتیں مولا کی کر ہی نہیں سکتے ہیں شمار
ہم پہ بارش کی طرح لطف و کرم اُترے ہیں

دستِ قدرت نے تراشا ہے ہمیں چاہت سے
ہم کہ میراثِ محمد ﷺ کے امیں ٹھہرے ہیں

یہ جو منزل ہے یہ انعام ہے خیرات نہیں
آگ اور خون کے دریاؤں سے ہم گزرے ہیں

جھونک ڈالے ہیں دل و جان ونفوس و اموال
ہو کے قربان رہِ مولیٰ میں ہم نکھرے ہیں

ایک ہی دُھن ہے کہ مالک کی رضا حاصل ہو
ہم سے جو بَن پڑا اس راہ میں کر گزرے ہیں

اپنی سج دھج کی زمانے میں نہیں کوئی مثال
بدر کامل ہوا آئینہ تو ہم سنورے ہیں

کیسا پیارا ہے یہ اسلام کا دورِ آخر
انبیاء سارے بانداز دگر اُترے ہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں انکسار کی تابانی

لطف الرحمٰن محمود

سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں دو انتہاؤں کو یکجا پاتے ہیں۔ ایک طرف جلال و جمال کی عظمت و شوکت اجاگر ہے تو دوسری طرف جامہءبشریت سے ہویدا ہونے والی سادگی اور عاجزی کی کشش دعوتِ ایمان دے رہی ہے۔ منصبِ رسالت کے حوالے سے کئی عظمتیں حضرت رسالت مآب کی ذاتِ اقدس میں جلوہ گر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی پاکیزہ ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں ''رحمۃ للعالمین'' کے خطاب سے نوازا گیا ہے (آیت108)

سورۃ القلم میں حضور اقدسؐ کو ''خُلقِ عظیم'' کا حامل رسول قرار دیا گیا ہے (آیت 5)۔ سورۃ الاحزاب میں حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کے کئی پہلو سامنے لائے گئے ہیں۔ ''اُسوۂ حسنہ'' (آیت22) ''ختمِ نبوت'' (آیت41) شاہد' مبشر اور نذیر (آیت46) 'داعی الی اللہ اور سراجِ منیر کا مقام (آیت47) 'اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے درود و سلام کے نتیجے میں خصوصی برکات وحسنات سے منوّر ہونے والا رسول (آیـــت56)۔ یہ سب فضائل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی مناقب ہیں۔ ان خطابات و القاب کی روشنی میں حضورؐ کے بلند و بالا مقام کا ادراک کسی حد تک ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کی بعثت سے قبل یہ مقامات اور خطابات کسی ایک نبی اور رسول کی ذات میں اس طرح جمع نہیں ہوئے۔ ایک شاعر نے اس حقیقت کو درج ذیل شعر میں سمونے کی کوشش کی ہے ؎

حُسنِ یوسف' دمِ عیسیٰ' یدِ بیضا داری
آنچہ خُوباں ہمہ دارند' تو تنہا داری

حُسنِ سیرت کا یہ نادر پہلو بھی غیر معمولی عظمت کا حامل ہے کہ ایک طرف جلال و جمال کا کمال حضورؐ کی ذات سے ہویدا ہے تو دوسری طرف' تواضع' عاجزی اور مسکینی کے عناصر بھی پوری طرح سے اُجاگر ہیں۔ بلکہ یہ عناصر اتنے نمایاں ہیں کہ حضورؐ مجسمہء انکسار نظر آتے ہیں۔ یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس انکسار کے موج در موج بڑھنے کے ساتھ حضورؐ کی عظمت و رفعت کے مقامات بھی بلند سے بلند تر ہوتے نظر آتے ہیں۔

دیگر انبیاء سے مُشابہت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کیلئے ہزاروں نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ عوام ان مقدسین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک بیان کرتے ہیں۔ اس سے ربّ کریم کی رحمتِ بے پایاں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم اور تورات و انجیل میں انبیاء و مرسلین کے پچیس تیس نام مل جاتے ہیں۔ مگر تمام انبیاء کے حالات اور کوائف تفصیل کے ساتھ محفوظ نہیں ہو پائے۔ یہ عاجز بھی خود کو اُن لوگوں میں شمار کرتا ہے جن کا خیال ہے کہ گزشتہ انبیاء کے حالات و کوائف کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدّسہ سے کسی نہ کسی رنگ میں تعلق اور ربط ہے۔ پیشگوئیوں کے رنگ میں یا واقعات کے اعادہ کی صورت میں یا سیرتِ طیّبہ کی جھلکیوں کی شکل میں مثلاً حضرتِ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ظلم اور تشدّد کے باوجود اُنہیں معاف فرما دیا۔ ہمیں فتح مکہ کے موقع پر لاتثریب علیکم الیوم کی مسحور کُن آواز ایک بار پھر سنائی دیتی ہے۔ یوسفی عفوو درگزر سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد دس بارہ کے لگ بھگ ہوگی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ عام سے برکت پانے والوں کی تعداد ہزاروں سے مُتجاوز تھی۔ حضرت صالح کی اُونٹنی کی کہانی کے حوالے سے ہمیں' ہجرت مدینہ کا واقعہ یاد آجاتا ہے۔ اور سُراقہ صفت لوگوں کے تعاقب کے پس منظر میں الٰہی حفاظت کے ایمان افروز نظارے نظر آتے ہیں۔ یہ داستان ایک ناقہ کی کُونچیں کاٹنے کی دھمکی سے بہت مختلف ہے۔ یہاں وحی والہام اور قُربِ الٰہی اور کشف کے نتیجے میں سُراقہ کو کسریٰ کے سونے کے کنگن عطا کئے جانے کا وعدہ موجود ہے۔

حضورؐ خود جان بچا کر ہجرت کا سفر کر رہے ہیں مگر باتیں کسریٰ کے تاج وتخت اُلٹنے کی کی جا رہی ہیں۔ پھر ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں فتحِ ایران کے بعد، کسریٰ کے کنگن سراقہ کو پہنائے جاتے ہیں۔ بلکہ شہنشاہِ ایران کا رومال مسجدِ نبوی میں صُفّہ کے مکین فاقہ کش ابو ہریرہؓ کے حصے میں آتا ہے۔ فتوحات کے یہ دائرے پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ بدر، حُنین اور احزاب سے داؤدؑ اور سلیمانؑ کے جنگی معرکے یاد آجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیلِ موسیٰؑ ہونے کا ذکر تو خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر دیا ہے۔ (سورۃ ال عمران آیت16)

انکسار کی مختلف صورتیں

انکسار، انسانی شخصیت اور سیرت کا بہت بڑا شعبہ ہے اکثر لوگ اس نادر عنصر کی فراوانی کے بارے میں خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار ہیں۔ یہ دولت اتنی فراواں اور ارزاں نہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ انکسار کئی صورتیں اختیار کر لیتا ہے مثلاً عاجزی، خوش خلقی، ہمدردی، غربا اور مساکین سے میل جول اور ان کی مدد کا جذبہ، امن پسندی، خیر خواہی، صلہ رحمی، رشتہ داروں اور ہمسایوں سے حُسنِ سلوک وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں یہ تمام صفات وحسنات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ان تمام پہلوؤں سے تعلق رکھنے والی مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر اس طرح مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ لہٰذا دو چار پہلوؤں پر اکتفا ہی بہتر رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے انکسار کی چند مثالیں

خاکساری، عاجزی اور فروتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے نہایت حسین عناصر ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ از راہِ انکسار اپنے لئے ''مسکین'' کا لفظ استعمال کرنا پسند فرماتے تھے احادیث میں بعض دُعائیہ کلمات میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ اے اللہ! میں تجھ سے ایک مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں۔ ترمذی کی ایک حدیث میں درج ذیل کلمات موجود ہیں، ترجمہ:

''مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین ہونے کی حالت میں موت دے اور بروز حشر مجھے مسکینوں کی جماعت میں اُٹھا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی حضورؐ کی قدرتی طور پر سادگی، عاجزی اور خاکساری سے عبارت دکھائی دیتی ہے۔ حضورؐ کی گھریلو زندگی سے تعلق رکھنے والی ایک شہادت حضرت عائشہ صدیقہ کی موجود ہے کہ حضورؐ گھر کے کام کاج میں ازواج بلکہ گھر کے اندر کام کرنے والے خادموں کی بھی مدد فرماتے۔ سیّدہ عائشہؓ نے بعض کاموں کا ذکر فرمایا ہے مثلاً کپڑے دھونا، جھاڑو دینا، اُونٹ کو پانی اور چارہ دینا، بکری کا دودھ دوہنا، آٹا گوندھنا، وغیرہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ خود بازار سے ضرورت کی اشیاء خریدتے اور اُنہیں خود ہی اُٹھا کر گھر لانے پر اصرار کرتے۔ بعض اجتماعی کاموں پر صحابہ کے ساتھ مل جُل کر، مزدوروں کی طرح کام کرنے میں عار محسوس نہ کرتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کارِ خیر میں ہاتھ بٹاتے نظر آتے ہیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر صحابہ کرام نے مدینہ کے نسبتاً غیر مستحکم علاقے میں خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ مدینہ منورہ کے موجودہ نقشہ میں خندق کے مقام پر ایک سڑک گزرتی ہے اس کے قریب مرتفع سطح پر کئی مساجد موجود ہیں۔ ان میں ایک مسجد فتح بھی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کُفّار پر فتح پانے کی دُعا کی تھی۔ سیرت کی کتب میں یہ ذکر موجود ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کے کام میں حصہ لیا۔ چشم دید روایات میں حضورؐ کے پیٹ اور سینہ کے گرد وغبار سے اَٹ جانے کا ذکر ملتا ہے۔ صحابہؓ نے از راہِ محبت وعقیدت اس محنت ومشقت سے روکنے کی کوشش کی مگر حضورؐ نے انہماک واشتیاق سے اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اپنے لئے کسی امتیازی سہولت یا پروٹوکول وغیرہ کی توقع نہ رکھتے تھے اور نہ ہی صحابہ کو اس کے اہتمام کی اجازت دیتے۔ ایک سفر کے دوران راستے میں آرام کیلئے پڑاؤ ڈالا گیا۔ اس موقع پر کھانا پکانے اور دوسرے کاموں کیلئے صحابہ نے بعض کام تقسیم کر لئے۔ حضورؐ بھی موجود تھے۔ اپنے لئے بھی کام تجویز کرنے پر مُصر ہوئے۔ صحابہ نے ہر چند عُذر کیا اور عرض کیا کہ ہم سب موجود ہیں مگر صحابہؓ کی ان مکرّر درخواستوں اور التجاؤں کے باوجود، حضورؐ نے خود آگ جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کرنے کا کام اپنے ذمّے لیا اور اس کام کیلئے جنگل کی طرف چل دیئے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی مصروف زندگی اور گونا گوں مشاغل کے باوجود غرباء ومساکین کے احوال وکوائف پر نظر رکھتے اور مدد اور ایصالِ خیر کے مواقع میں اُنہیں یاد فرماتے۔ ایک ایسی ہی غریب اور مسکین حبشی عورت مسجد کی

صفائی کا کام کرتی تھی۔ قضائے الٰہی سے وہ فوت ہوگئی۔ صحابہؓ نے خود ہی جنازہ پڑھ کر اُسے سپردِ خاک کر دیا۔ وفات اور تدفین کا علم ہونے پر حضورؐ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ شریعتِ اسلام میں جنازہ ایک فرض کفایہ ہے۔ چند افراد بھی ادا کر دیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مغفرت کیلئے دُعا کا یہ اہتمام فرمایا۔ عین ممکن ہے کہ اس اظہارِ تعلق میں 'مسکینی کی قدرِ مشترک کے علاوہ خانہء خدا کیلئے اس غریب عورت کی محبت اور خدمت کی قدر دانی کا عنصر بھی شامل ہو!

قرآن کریم میں ''بشر'' کا لفظ کئی آیات میں موجود ہے۔ حضرت نوحؑ جیسے عظیم پیغمبر کے دعویٰ رسالت کا انکار کرنے والے سرداروں نے کہا کہ ہم ''اپنے جیسے بشر کا دعویٰ کیوں تسلیم کرلیں؟'' سورۃ ہود کی آیت 28 میں بَشَرًا مِّثْلَنَا کا اشارہ حضرت نوحؑ کی طرف ہے۔ سورۃ المومنون میں بھی حضرت نوحؑ کو ہی لوگ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (آیت 25)۔ قوم ثمود نے بھی اپنے رسول کو اسی ''بشریت'' کی بنا پر رد کیا (سورۃ القمر آیت 25)۔ لیکن یہی ''بشر'' کا لفظ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے قرآن کریم میں کہلوایا گیا کہ میں ''بشر اور رسول'' ہوں' مجھے قبول کرو!

اس لطیف نکتے سے محظوظ ہونے کیلئے یہ پس منظر پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے سورۃ بنی اسرائیل (سورۃ الاسراء) کی آیات 91 تا 94 میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کی تکذیب کرنے والوں نے حضورؐ سے درج ذیل معجزات طلب کئے:

1۔ زمین میں آبِ رواں کا چشمہ جاری کر دیجئے۔

2۔ یا کھجور اور انگور کے باغات اپنی ملکیت میں دکھا دیجئے جنہیں نہریں سیراب کر رہی ہوں

3۔ یا پھر آسمان کو بصورتِ عذاب ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیجئے

4۔ یا اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کو ہمارے روبرو حاضر کیجئے

5۔ یا آپ کا مکان سونے کا بنا ہوا موجود ہو

6۔ یا پھر ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان پر جایئے اور وہاں سے ایسی کتاب لایئے جسے ہم پڑھ سکیں۔

ان ''مطالبات'' کے جواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کہلوایا گیا ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل آیت 94)

انبیاء و مُرسلین کے دعویٰ رسالت کو مخالفین' ان کی ''بشریت'' کی وجہ سے ردّ کرتے رہے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ''بشریت'' کا اعلان فرماتے ہیں۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضورؐ کی رسالت کے نُور نے جامہء بشریت کو بھی مُنوّر کر کے اُسے بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مکذبین نے نوحؑ اور دیگر انبیاء کو ان کی بشریت کا ''طعنہ'' دے کر ردّ کیا مگر یہاں حضورؐ خود فرماتے ہیں کہ میں بشر اور رسول ہوں۔ یعنی بشریت اور رسالت کو یکجا فرما رہے ہیں۔ ضمناً عرض ہے کہ حضورؐ نے مدنی دور میں سرکاری خطوط اور دیگر فرامین پر تصدیقی مُہر ثبت کرنے کیلئے ایک نگینہ بنوایا جس میں سب سے نیچے محمد اس کے اوپر رسول اور سب سے اوپر اللہ کُھدوایا۔ اگرچہ یہ نگینہ بعد میں گُم گیا مگر بعض خطوط سے اس کا نقش مل گیا ہے اور اب تصاویر کی شکل میں دستیاب ہے۔ مکرّر عرض ہے کہ اس سرکاری مُہر میں حفظ مراتب کے حوالے سے حضورؐ کے انکسار کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ حضورؐ کا اسمِ گرامی 'محمدؐ' دیگر حروف سے نیچے ہے۔ اُس کے اوپر رسول کا لفظ ہے اور اللہ کا نام سب سے اُوپر ہے اس میں پیغام تھا کہ محمدؐ جو عبد اور بشر ہے' اس کی عظمت اور شان اُس کے رسول ہونے میں ہے اور اُسے رسالت کا تاج اس کائنات کی سب سے عظیم و اکبر ہستی جلّ جلالہٗ نے پہنایا ہے!!

انکسار کبھی ضِدّ اور تعصّب کی نفی اور قیامِ امن کیلئے ایثار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ہمیں اس کی ایک مثال صلح حدیبیہ کے حوالے سے ملتی ہے۔ اس معاہدہٴ صلح کی تکمیل کیلئے اکثر شرائط اہلِ مکّہ کے مفادات میں تھیں مگر حضورؐ نے قیامِ امن کیلئے ان شرائط کو قبول فرمایا۔ ان میں ایک شرط ایسی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی، ایثار اور خاکساری اپنی انتہاء پر پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے کے کاتب حضرت علیؓ تھے جو طرفین کے کہنے پر شرائط لکھ رہے تھے۔ معاہدے میں یہ الفاظ بھی شامل تھے کہ عہد نامہ محمد رسول اللہ اور اہل مکہ یعنی قریش کے مابین ہے۔ سردارانِ مکہ کے ترجمان نے اعتراض کیا کہ ہم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ''رسالت'' کا اقرار نہیں کرتے۔ ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کاٹ کر ''محمد بن عبداللہ'' لکھا جائے۔ حضرت علیؓ اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ مٹانا نہیں چاہتے تھے جبکہ مکّی وفد اس پر مصر تھا۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ حروف مٹا دیئے۔ وہاں محمد بن عبداللہ کے الفاظ درج کر دیئے گئے۔ ایسا کرنے سے نعوذ

باللہ حضورؐ کی رسالت کی شان میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی۔ اگر موجودہ زمانے کا کوئی پاکستانی مُلّا وہاں موجود ہوتا تو شور مچا دیتا کہ ''توہین رسالت'' کا ارتکاب ہوا ہے۔ اس ذراسی تبدیلی کے بعد صلح حدیبیہ کا معاہدہ تکمیل کو پہنچا۔ جس کے امن کی برکت سے اسلام کی اشاعت کے نئے مواقع سامنے آئے بلکہ اسے وحی الٰہی نے ''فتحِ مبین'' قرار دیا۔

معیشت کے حوالے سے مکّی معاشرے پر تجّار اور ان کی تجارت کے لوازمات غالب تھے۔ اہل مکہ کا زراعت سے اس طرح کا تعلق نہ تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضورؐ نے اہل مدینہ کو کھجوروں کے معاملے میں بُور وغیرہ یعنی Pollination کی تدبیریں کرتے دیکھا۔ اس قسم کے تکلفات کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے اُنہیں روکا۔ اُس سال پھل کم آیا۔ وہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں کوائف پیش کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں فرمایا۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ باموِرِ دُنیاکُم۔ ان الفاظ سے حضور کے انکسار کا حُسن جھلک رہا ہے کہ دنیاوی معاملات میں تمہارا علم اور تجربہ تمہارے لئے بہتر ہے البتہ مذہبی، دینی روحانی اور اخلاقی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں جو کچھ تمہیں بتایا جائے اُسے اپنا کر فلاحِ دارین حاصل کرتے رہو۔

ایک مجلس میں غالباً تجارتی مرکز میں یہودی اور مسلمان موجود تھے۔ کسی یہودی نے حضرت موسیٰؑ کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا۔ مسلمان نے پوچھا کہ کیا موسیٰؑ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ یہودی نے کہا کہ ہاں۔ اس پر مسلمان نے اُسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی: لَا تُفَضِّلُوْا نبیُ علیٰ موسیٰؑ۔ یہ حضورؐ کا انکسار تھا ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ربّ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اور حضورؐ کو رحمۃ للعالمین ہی نہیں خاتم النبیین کے مقام پر فائز فرمایا ہے۔

فتح مکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ اس فتح کے موقع پر نہ صرف یہ کہ حضورؐ کا رویاء پورا ہوا بلکہ دس ہزار قدوسیوں کے حوالے سے تورات کی پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ (استثناء باب 33 آیت 2) اس فتح کے بعد عرب کے کونے کونے سے وفود حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے رہے اور عرب کے طول و عرض پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ حضورؐ کا انکسار ملاحظہ فرمایئے۔ اونٹ پر سوار ہیں۔ سجدہ کی حالت میں سر جُھکا ہوا ہے۔ اظہارِ تشکّر کے طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں محو ہیں اور بار بار اقرار کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو فتح عطا فرمائی! عجز و انکسار کا ایک اور پہلو ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت عمرؓ عمرہ کے سفر کیلئے اجازتِ رخصت کیلئے حاضر ہوئے۔ فرمایا۔ ''بھائی ہمیں بھی دعا میں یاد رکھنا''۔ حضورؐ نے صحابہ کو دین سکھایا، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے دریچے وا کئے۔ ایمان و یقین کے نور سے صحابہ کے سینوں کو مُنوّر کیا۔ دُعا اور دعا کے آداب سکھائے اور انہیں قبولیت دُعا کے طور طریقوں سے آگاہ فرمایا۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ اور اُس کے ملائکہ کے درود و سلام کی برکات کا مہبط ہیں۔ ہم جب حضورؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں تو ایک احساس ہوتا ہے کہ ہماری عاجزانہ تضرعات شرفِ قبول سے متبرک ہونے جارہی ہیں۔ اس مقام اور مرتبے کے باوجود اپنے ایک ساتھی اور رفیق سے دُعاؤں میں یاد رکھنے کیلئے کہتے ہیں۔

مدنی دَور میں، فتوحات کے بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عملاً عرب کے بادشاہ کا تھا۔ مگر اس وقت بھی حضورؐ کی طرزِ بود و باش اور معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ نہ محل تعمیر کیا نہ بارگاہ بنوائی۔ نہ درباری آداب اور رسوم کا اہتمام کیا۔ نہ مراعات لیں، نہ سہولیات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اگر صحابہ نے متوجہ کرنے کی کوشش کی تو یہی فرمایا کہ قیصر و کسریٰ نے یہ نعمتیں دنیا ہی میں لے لیں۔ ہمیں عقبیٰ میں ملیں گی۔ بلکہ خود کو ایک ایسا مسافر سمجھا کہ جس کا دنیا میں گزرا ہوا وقت، کسی درخت کے زیرِ سایہ ستانے کے مترادف دنیا پر اپنا حق اتنا ہی سمجھا مگر دوسروں کو انعامات اور تحائف سے نوازا اور ان کی زندگیوں میں آسانیاں اور فراوانیاں پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ مگر سادگی، عاجزی اور فروتنی کو اپنی روِش بنائے رکھا بلکہ اپنی ازواجِ مطہرات اور عیال کو بھی سادگی، قناعت اور غنا کے نمونے کے طور پر پیش فرمایا۔ یہ بھی حضورؐ کا فیض تھا کہ ازواجِ مطہرات بھی اسی سانچے میں ڈھل کر اُسوۂ حسنہ کا حصہ بن گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو ازواج لمبے عرصے تک زندہ رہیں اور اُنہیں وسیع و عریض اسلامی مملکت کے حکمرانوں کی طرف سے بڑی بڑی رقوم، تحائف و نذرانے آتے رہے مگر حضورؐ نے ان کی ایسی للّٰہی تربیت فرمادی کہ ان کی طرزِ معاشرت میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ ان کی زہد و قناعت کی زندگی اور پُروقار سادگی اُسی طرح برقرار رہی۔

اس مدنی دَور کے ایک واقعہ پر اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں موجود تھے۔ اس مسجد کی سادہ سی عمارت ہی حضورؐ کی حکومت کا ''سیکرٹریٹ'' تھی۔ یہی اسلامی فوج کا مرکز یعنی GHQ تھا۔ یہ عبادت گاہ تھی۔ یہی عمارت ''سپریم کورٹ'' بھی تھی۔ یہ مہمان خانہ تھا۔ اسی عمارت میں اصحاب الصفّہ سے تعلق رکھنے والے فاقہ کشوں کے قیام و طعام کا انتظام تھا۔ اسی سادہ سی مسجد میں سائلوں، نومسلموں، کے علاوہ بیرونی مقامات سے وفود بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتے۔ حضورؐ کے خداداد رُعب اور جلال کے زیرِ اثر، ایک ایسے ہی وفد کا ایک فرد، کانپنے لگا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تسلی و تشفی کیلئے کہا:

''میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے ہوئے گوشت پر گزارا کر لیتی تھی۔''

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے حکومت و اقتدار کی حالت میں مقتدر لوگ اپنی طرف کسی قسم کی عاجزی اور کمزوری کا منسوب ہونا گوارا نہیں کرتے۔ نادرشاہ جو حضورؐ کا اُمتی بادشاہ گزرا ہے۔ اس سے کسی نے حسب نسب کے بارے میں دبے الفاظ میں استفسار کیا۔ بادشاہ نے حالتِ جلال میں، تلوار بے نیام کر کے لہرائی اور کہا:

نادر شاہ ابنِ شمشیر، ابنِ شمشیر، ابن شمشیر' اس اعلان کے بعد سائل کو اُس کا شجرہ نسب مکمل طور پر سمجھ آ گیا! اس واقعہ کا حضورؐ کی سیرت طیبہ کے اس روح پرور واقعے سے موازنہ کیجئے۔ روح کی گہرائیوں سے درود وسلام کی آبشاریں رواں دواں ہو جاتی ہیں۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اعلان

قارئین مجلّہ النور سے درخواست ہے کہ مجلّہ کے درج ذیل شماروں کیلئے عنوان کے مطابق تاریخ مقررہ تک معیاری منظوم کلام اور مضامین بھجوا کر ممنون فرمائیں،

عنوان	تاریخ مقررہ
رمضان المبارک نمبر	20 مئی 2014
متفرق امور	20 جون 2014
جلسہ سالانہ	20 جولائی 2014

جزاکم اللہ خیرا --- (ادارہ)

نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

دہر کے راز منکشف خِلقتِ کائنات سے
منبعِ فیضِ رُشد و خیر وابستہ تیری ذات سے

روزِ ازل سے عرش پہ نام ترا ہی تھا رقم
تو ہی بنائے ہست و بُود ظاہر ہوا صفات سے

خالق و خَلق میں بنا تو ہی وسیلہ و شفیع
رحمتِ عالمینؐ ہوا کامِل تجلّیات سے

دَور بسیط رحم کا عالَم پہ ہو گیا محیط
باہر نہ کوئی رہ سکا تیری نوازشات سے

نبیوں نے جس کا امّتی ہونے کی آرزو تھی کی
فاراں پہ جلوہ گر ہوا تابندہ معجزات سے

عجز و نیاز میں نظیر، دم سے ترے بنا مسیحؑ
حشر بپا ہے تا بَعرش جس کی تضرّعات سے

فیضِ عمیم سے رہا دولتِ دیں وہ بانٹتا
پُر معرفت سے دل ہوئے جس کی نِگارشات سے

شانِ محمدیؐ کا ہے پرتوَ مسیحؑ جس کے ہاں
صادق نثار مال و جاں ہوتے ہیں شش جہات سے

انظر الی برحمۃ وتحنن یا سیدی انا احقر الغلمان

مرتبہ: قرۃ العین تالپور

انظر الی برحمۃ وتحنن یا سیدی انا احقر الغلمان

ترجمہ: تو مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر، اے میرے آقا میں ایک حقیر ترین غلام ہوں۔

Look at me with mercy and grace .
O my master , I am your most humble servant.

رحم و شفقت کی نظر کر، تابع فرمان ہوں
اے مرے آقا میں تیرا احقر الغلمان ہوں

حضرت مسیح موعود امام زماں اپنے اس شعر میں بحیثیت ایک غلام اپنے آقا ﷺ کے حضور مؤدبانہ درخواست پیش کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آقا و مولا آپکی بے حد عنایات مجھ پر ہیں۔ آپؐ نے مجھے کسی نہ کسی طرح نوازا ہے، ایک التجا لے کر حاضر ہوا ہوں کہ میری طرف ایک بار رحمت کی نظر کیجیے کہ آپ ؐ کا ایک دفعہ میری طرف محبت کی نظر سے دیکھنا رحمتوں کے بے شمار دروازے مجھ پر کھول دے گا۔

جب عرب کے پُر خار و ویراں صحرا میں آپؐ کی نظرِ عنایت اٹھی تھی تو صدیوں کی تاریکیاں نور سے بدل گئی تھیں۔ جہالت کی ویرانی نورِ یقیں سے سیراب ہو گئی تھی۔ آج اس نورِ مجسم کا واسطہ آپ ؐ مجھے اس فیض تک رسائی دیجیے تا رحمت میرا مقدر ہو جائے۔۔ میرے آقا میں تو آپ ؐ کے قدموں میں اور آپکی ؐ ہی چوکھٹ پر بیٹھنے والا ہوں۔ آپ ؐ کی عطا کردہ روشنی و رحمت و توجہ مجھے نہ صرف زندگی عطا کرے گی بلکہ زندگی بخش بنا دے گی۔ میں آپ ؐ کا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں مگر عرش کی بلندی کو جا چھوؤں گا جب کہ آپکا ؐ حلم، نرمی، مٹھاس اور صحبت و پیروی مجھے نصیب ہو جائے گی۔

گویا آپ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ میرے آقا میں ایک حقیر ترین غلام ہوں مگر بلند ترین انعام کا طلب گار ہوں۔ یہ جرأت بھی آپ ؐ ہی کی عطا کردہ ہے کہ "جو میرا ہوگا میرے نقشِ قدم پر چلے گا " آپ ؐ کا یہی فرمان لے کر میں صبح و مسا چلتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے خدا خالقِ کُل کا چہرہ نظر آنے لگا گویا مجھے آپ ؐ کے حسین چہرے میں خدا کا نور مل گیا۔ یہی میری طلب تھی اور یہی میرا انعام ہے۔ میں اس انعامِ الٰہی کو پا کر اس حد تک خوش ہوا کہ آپ ؐ کے عشق میں گرفتار ہو گیا سو اب تو میری حالت یہ ہے کہ آپ ؐ کے محبوب خیال سے میں ایک لمحے کو بھی باہر نہیں نکلتا۔ یہاں تک کہ اس خیال سے جدا ہونا بھی اب ناممکن ہے کیونکہ آپ ؐ کی محبت کا دایرہ میرے گرد اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ میں ہر کام، ہر سوچ اور ہر راہ میں آپ ؐ کے نقشِ پا پر ہی چلتا ہوں اور اسی میں راحت پاتا ہوں اور اسی طرح میں آپکے ؐ اتنے قریب آ جاتا ہوں کہ کوئی گھڑی بھی آپ ؐ کی یاد و ذکر سے خالی نہیں رہتی۔

اے احمدؐ مجتبیٰ! میں آپکو ؐ واسطہ دیتا ہوں آپ ؐ کے محبوب حق تعالیٰ کا کہ اُس کے صدقے ہی میری حقیر کوششوں کو پھل آور کر دیجیے۔

میرے سردارِ اعلیٰ! میں ایک دعائیہ درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں کہ مجھے اپنی امت کے لیے رحمت کا نشان بنا دیجیے تا آنکہ مردہ زمین زندہ ہو جائے اور دنیا میں محمدؐ کی سایہ ممتد ہو کر اتنا پھیل جائے کہ ہر فرد و بشر کلمہ گو ہو جائے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ زمین و آسمان میں با آواز بلند گونج اٹھے اور ہر ایک جان جائے کہ یہ احقر غلام۔۔۔ مرزا غلام احمدؑ قادیانی اسی نعرے کی ایک گونج ہے۔

یاد رہے کہ یہ مبارک گونج آنحضرت ﷺ کی سچائی کی ایک دلیل ہے۔ آپ ؐ کا مذہب زندہ مذہب ہے۔۔۔" آپ ؐ کی حقانیت پر ایک اور دلیل عجیب تر ہے جسکی نظیر دوسرے مذاہب میں پائی نہیں جاتی اور وہ آپ ؐ کے دیئے ہوئے مذہب کا زندہ مذہب ہونا ہے۔ زندہ مذہب وہ مذہب ہوتا ہے جس کی زندگی کے آثار ہر وقت ثابت ہوتے رہتے ہیں اسکے برکات، ثمرات، تاثیرات کبھی مردہ نہیں ہوتے بلکہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پائے جاتے ہیں"۔

کتب : آیئہ ربوبیت (مدح خیر الوریٰؐ) : مصنفہ سیدہ حفیظۃ الرحمٰن مرحومہ
القصیدۃ انگلش ترجمہ : پیر صلاح الدین صاحب، منظوم ترجمہ : اصغری نور الحق (اچھی)

ٹائپنگ: قرۃ العین تالپور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز وانکسار

عطیۃ الباری غنی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور☆

یعنی لوگوں کے ساتھ گال پھُلا کر (نخوت سے) بات نہ کرو اور نہ ہی زمین میں اکڑ کر چلو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ لقمان:۱۹)

ہمارے ہادی اور راہنما حضرت محمد ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیم کے عین مطابق تھے۔ عجز کا خلق رسول اللہ ﷺ کی خاص شان تھا۔ آنحضرت ﷺ نے صاحب فضیلت وبصیرت ہونے کے باوجود ہمیشہ اپنے آپ کو ایک عاجز انسان ہی سمجھا اور تکبر سے رہنے والوں کو عجز کے راستے دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں پیدا ہوئے وہ حشم وخدم کو مایہ ناز جانتی تھی۔ دوسروں کو غلام بنا کر حکومت کرنے کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ مگر آپؐ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے بعد اپنا مال اور غلام آپ کو دے دیے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ سب کچھ مجھے دے رہی ہو تو میں جو چاہوں کروں۔ انہوں نے عرض کیا آپؐ جو چاہے کریں۔ آپؐ کو اجازت ہے۔ آپؐ نے اسی وقت غلاموں کو آزاد کر دیا اور مال کا کثیر حصہ غرباء میں تقسیم کر دیا۔

گھر کے سارے کام آپؐ اپنے ہاتھوں سے خود کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ آپؐ اپنے اہل کی خدمت کرتے تھے۔ گھر کے کاموں میں ازواجِ مطہرات کا ہاتھ بٹاتے تھے یہاں تک کہ نماز کا وقت آجاتا تھا تو آپؐ نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری کتاب الاذان)

آپؐ کا ہر عمل اور ہر فعل انکساری سے سجا ہوتا تھا آپؐ کو اپنی تعریف بالکل پسند نہ تھی۔ صحابۂ کرام آپ ﷺ کی سچی تعریف بھی کرتے تو آپؐ انہیں فوراً روک دیتے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگا اے محمدؐ! ہم میں سب سے بہترین اور اے ہم میں سے سب سے بہترین لوگوں کی اولاد! اے ہمارے سردار اور اے ہمارے سرداروں کی اولاد! آپؐ نے فوراً اُسکو ٹوکا اور فرمایا میں محمدؐ بن عبداللہ ہوں۔ خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں پس میرا مقام بڑھا چڑھا کر بیان مت کرو۔ (مسند احمد جلد ۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کے مقابل پر امتیازی مقام ومرتبہ سے نوازا۔ آپؐ سے پہلے انبیاء ایک خاص قوم کی طرف مبعوث فرمائے گئے لیکن آپؐ کو خدائے باری تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔ نیز شفاعت کا اختیار بھی صرف آپؐ کو ہی عطا کیا اسکے باوجود آپؐ نے اپنے مقام ومنصب کی عظمت کا اظہار کبھی نہیں کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا اُس خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کل عالم پر فضیلت عطا فرمائی اور چن لیا اِس پر یہودی نے کہا اُس خدا کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی اور چن لیا۔ اس پر مسلمان نے غصہ میں آکر یہودی کو مارا۔ یہودی مسلمان کی شکایت لے کر رسول اللہؐ کے پاس پہنچا آپؐ نے اُس مسلمان کو بلایا اور فرمایا لاتفضلونی علی موسی یعنی مجھے موسیٰ علیہ اسلام پر فضیلت نہ دو (بخاری کتاب الخصومات)۔ قرآن کریم کی اس گواہی کے باوجود کہ آپؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں آپؐ کی عاجزانہ طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اِس بات کا اظہار کر کے یہودی کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی میں بے شمار ایسے مواقع پیدا کیۓ جب آپؐ کے پاس دولت کے انبار لگ گئے لیکن آپؐ نے کبھی انکو اپنا نہ سمجھا بلکہ لوگوں میں بانٹ دیا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے انما انا قاسم ویعطی اللہ کہ

میں تو صرف قاسم ہوں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ ملک عرب کا بادشاہ ہو کر آپؐ نے ساری دولت لوگوں میں تقسیم کر دی اور اپنے لیے کبھی کچھ نہ رکھا۔

تاریخ میں ایک انسان بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے بادشاہ ہو کر انکساری کا ایسا بے نظیر نمونہ دیکھایا ہو۔ آپ نے فراخی کے دور میں بھی عاجزی اور سادگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کوئی قیمتی لباس تیار نہ کروایا کوئی محل کوئی بارگاہ نہ بنوائی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو دیکھا آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس پر کوئی چادر یا گدیلا وغیرہ نہیں تھا آپؐ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ایرانیوں اور رومیوں کو کتنی فراخی عطا کی ہے حالانکہ وہ عبادت گزار بھی نہیں یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گیۓ اور فرمایا اے عمر! تم بھی ایسا سوچتے ہو۔ ان لوگوں کو عمدہ چیزیں اس دنیا میں عطا کر دی گئی ہیں جبکہ مومنوں کو عمدہ سامان اگلی زندگی میں ملے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر)

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ جانتے تھے ہمیشہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ مقام رضا الٰہی نصیب ہو۔ صاحبِ علم و فضل ہونے کے باوجود صحابہ اکرام کی مجلس میں گھل مل کر بیٹھتے تھے۔ جسکی وجہ سے بسا اوقات آپؐ کو پہچاننا مشکل ہو جایا کرتا تھا۔ ہر ملنے والے کو سلام میں ہمیشہ پہل کرتے۔ ایک روایت میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مہربانی سے پیش آتے جب کسی کی بات سنتے تو پوری توجہ اور انہماک سے سنتے صحابہ کرام کے پیچھے پیچھے چلتے سلام میں پہل کرتے اور کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو اسے حقیر نہ سمجھتے تھے۔ (شمائل ترمذی۔ باب خلق رسول اللہ)

حسنِ معاشرت کا یہ عالم تھا غریب، کمزور اور بے سہارا طبقہ کے لوگوں سے بھی وہی سلوک روا رکھتے تھے جو امیروں اور حکمرانوں سے تھا۔ ایک دفعہ ایک غریب حبشی لونڈی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی وفات پا گئی صحابہ اکرام نے تکلیف نہ دینے کے خیال سے رات کے وقت حضورؐ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور اُسے دفنا دیا۔ حضورؐ کو جب پتہ چلا تو آپؐ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ آپؐ نے اس عورت کی قبر پر جا کر دعائے مغفرت کی۔ (صحیح مسلم)

نبی کریمؐ مساکین کے ساتھ بیٹھنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھی عورت جو کہ ذہنی طور پر معذور تھی حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے کام ہے جو میں یہاں نہیں بتا سکتی۔ اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بزرگ عورت تو جس راستے پر چاہے میں تیرے ساتھ جاؤں گا اور جب تک تیری ضرورت پوری نہ کر دوں وہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ یہ بات سن کر وہ عورت بہت خوش ہوگئی اور حضورؐ کو وہاں سے دور ایک رستے پر لے گئی جہاں حضورؐ اسکے ساتھ بیٹھ گئے۔ تحمل سے اسکی پوری بات سنی اور جب تک اسکی ضرورت پوری نہ کی وہاں سے نہیں اٹھے۔ (مسلم کتاب الفضائل)

شہنشاہِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ اخلاق کے وہ معیار قائم کیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں خود گواہی دیتا ہے کہ اے نبیؐ! یقیناً تو خلق عظیم پر قائم ہے۔ اس عظیم الشان سند کے ملنے کے باوجود آپ اپنے آپ کو کمزور انسان ہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک دعا جو آپؐ مانگا کرتے تھے وہ آپؐ کے اس خلق عظیم کو اور بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ عاجزی سے بھری ہوئی یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں ایک انسان ہوں جس طرح ایک آدمی کو غصہ آ جاتا ہے مجھے بھی آتا ہے پس تو مجھے معاف فرما دینا۔ اگر میں نے کسی مومن کو کوئی تکلیف یا ایذاء دی ہو یا برا بھلا کہا ہو تو تو اس بارے میں مجھ سے بدلہ نہ لینا اور مجھے معاف فرما دینا۔ (مسند احمد۔ جلد ۲) یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مجسم شفقت اور رحمت تھے چھوٹی چھوٹی باتوں میں لوگوں کی تکلیف کا احساس کرتے تھے کمزوروں اور حاجت مندوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ الغرض یہ کہ خدمتِ خلق کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے پھر بھی محبوب خدا، ہمارے آقا و مولیٰ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اے خدا! میں نے اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو مجھے معاف فرما دینا۔ یہ وہ پرسوز دعا ہے جو اصحاب بصیرت کی توجہ اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہ سکتی۔

آپؐ نے تکبر اور نخوت سے بھرے ہوئے دلوں کو محبت، شفقت، انکسار اور قربانی

سے جیتا۔اپنی ذات کی مکمل نفی کرتے ہوئے ایثار کے کمال نمونے دکھائے کہ رہتی دنیا تک اُسوۂ رسول خدا کو انسان مشعل راہ بنا کر روحانی ترقیات کے خزائن حاصل کرسکتا ہے۔

آپؐ کے اس اعلیٰ وصف کا اظہار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں کہ "خالی شیخیوں اور بے جا تکبر اور لڑائی سے پرہیز کرنا چاہیے۔انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہیے۔دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگ تھے ان کے انکسار اور تواضع کا نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ایک دن آپؐ کے پاس عمائد مکہ اور رؤسائے شہر جمع تھے۔آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔یہ ایک معمولی بات تھی، اللہ تعالیٰ نے اسکے متعلق سورۃ نازل فرما دی۔اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بیٹھایا۔اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمت الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں ولرزاں رہتے ہیں۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۶۱۱)

ایک اور جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آپؐ کی انکساری کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ "خدا کی رضا میں فانی لوگ نہیں چاہتے کہ انکو کوئی درجہ یا امامت دی جائے۔وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔مگر ان کو خدا تعالیٰ کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لیے ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کا کسی کو پتہ بھی ہو۔آخر خدا نے ان کو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار ان کے سپرد کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزاروں شاعر آتے تھے اور آپؐ کی تعریف میں شعر کہتے تھے مگر لعنتی ہے وہ دل جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریفوں سے پھولتے تھے۔وہ ان کو مردہ کیڑے کی طرح خیال کرتے تھے۔مدح وہی ہوتی ہے جو خدا آسمان سے کرے۔یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں ان کو دنیا کی مدح وثنا کی پرواہ نہیں ہوتی۔تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا آسمان اور عرش سے ان کی تعریف اور مدح کرتا ہے"۔(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)

اللّٰھم صلّ علی محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلّم انّک حمید مجید۔

ٹائپنگ: قرۃ العین تالپور

حضرت مسیح موعودؑ کے مشہور ''قصیدہ'' کے بعض اشعار کا منظوم ترجمہ

ارشاد عرشی ملک

اے خُدا کے فیض اور عرفان کے آبِ رواں
تری جانب دوڑتا ہے اک ہجومِ تشنگاں

اے سمندر منعم و منّان کے افضال کے
لوگ اُمڈے آ رہے ہیں لے کے کوزے مٹکیاں

اے زمینِ حُسن واحساں کے درخشاں آفتاب
تو نے روشن کر دیئے اُجڑے چمن، آبادیاں

اک جماعت نے تجھے دیکھا ہے اور اک نے سُنا
تو کہ جس نے مجھ کو دیوانہ کیا بدرِ جہاں

تیرے حُسن و دِلکشی کی یاد میں روتے ہیں وہ
سوزشِ فرقت سے عاشق ہیں ترے گریۂ کناں

دیکھتا ہوں کرب سے ہیں دِل گلے تک آ گئے
ہوگئیں آنکھوں سے جاری آنسوؤں کی ندّیاں

اے کہ تُو جو نور میں ہے مثلِ ماہ و آفتاب
کر دیا ہے تُو نے روز و شب کو مثلِ کہکشاں

پیکرِ خُلقِ عظیم

امتہ الباسط زوجہ مسعود خان عامر

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

اخلاقِ فاضلہ کی تمام قسمیں یعنی عدل و امانت، صبر واستقامت، شفقت و رفعت، زہدوقناعت، حیاوعفت، جودوسخاوت، احسان و رحمت، صداقت وشجاعت اور ایثاروتواضع جو پہلے انبیاء میں انفرادی طور پر موجود تھیں۔ رسول کریمؐ کی ذات اقدس میں اپنے کمال حسن اور خوبصورتی کے ساتھ مجتمع ہو کر ہمیں ایک ہی وجود میں مل جاتی ہیں یعنی وہ سب اخلاق فاضلہ جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں آپؐ ان کے جامع ہیں اسی لئے تو ہمارے سیدومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریک حیات' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

''آپکی زندگی قرآن شریف کی ایک عملی تفسیر تھی۔ایک کھلا قرآن تھا۔''

آپؐ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اخلاق کی عظمتوں کو قائم کرنے کے لئے دُنیا میں آیا ہوں۔ آپؐ کے اخلاق کا کمال یہ ہے کہ ان میں تکلف اور تصنع نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں مستقل اور قائم ودائم ہیں اور آپؐ کے ان سچے اخلاق میں بلاشبہ وہ خدائی شان جھلکتی نظر آتی ہے کہ ہر صاحب بصیرت بے اختیار یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ ؎

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

جہاں تک آنحضورؐ کے اخلاق فاضلہ کا تعلق ہے تو بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر خلق میں آپؐ کو کمال تام حاصل تھا۔محبتِ الٰہی کا وصف اس شان سے آپؐ کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ دشمن بھی پکار اٹھے کہ

''محمدؐ کو اپنے ربّ سے عشق ہو گیا ہے۔''

سچائی کا یہ عالم تھا کہ عرب کے سارے معاشرے میں جہاں جھوٹ کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا آپ ''صدیق'' کے نام سے مشہور ہوئے۔امانت کا یہ حال تھا کہ بددیانتی کے اس دَور میں آپؐ کا لقب امانت ودیانت کی پاسداری کے سبب ''امین'' پڑ گیا یہاں تک کہ جب آپ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کی جان کو خطرے میں ڈال کر صرف اسلئے ان کو پیچھے چھوڑا کہ وہ لوگوں کی امانتیں انہیں واپس کر کے آئیں۔

حیا اور عفت آپؐ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپؐ بہت باحیا تھے۔ پاکدامنی ایسی کہ عرب کے اس ناپاک معاشرے میں کبھی بھی آپؐ کا دامن آلودہ نہیں ہوا

صبر واستقامت میں آپؐ کوہِ وقار تھے۔ تیرہ سالہ مکہ کا دورِ ابتلا گواہ ہے کہ آپؐ نے ماریں کھائیں اور صبر کیا گالیاں کھائیں مگر دعاؤں کا پلڑا آپؐ کی طرف سے گالیاں دینے والوں کیلئے بھاری ہی رہا۔

عدل و انصاف میں آپ کو کمال حاصل تھا اور اس بارے میں آپؐ اپنے عزیزوں بلکہ اپنے وجود تک کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش کی ایک عورت چوری کے مقدمے میں پکڑی گئی اور سفارش ہوئی کہ اسکے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اس پر حضورؐ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ خدا کے اٹل حکموں میں سفارش ہرگز نہیں چلے گی خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اسکے ہاتھ بھی کاٹ دیتا

عاجزی وانکساری آپؐ میں ایسی پائی جاتی تھی کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی فتح کے وقت بھی اپنا سر فخر سے اونچا نہیں کیا البتہ یہ حیرت انگیز نظارہ دنیا نے دیکھا کہ اس عظیم فاتح کا سر اپنی سب سے بڑی فتح کے موقع پر جھکتے جھکتے اونٹنی کے پالان سے جا لگتا ہے۔ آپؐ سجدۂ شکر بجالاتے ہیں اور یوں کامل تواضع اور

انکساری کے ساتھ یہ فاتح شہر میں داخل ہوتا ہے۔

شفقت و رحمت کا یہ عالم تھا کہ جہاں انسان آپؐ کی رحمت سے حصہ پاتے ہیں وہاں جانور بھی آپؐ کی رحمت سے وافر حصہ پاتے ہیں۔آپؐ ایک مرتبہ ایک اونٹ کو بلبلاتا ہوا دیکھتے ہیں تو اسکے مالک کو تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو اس کا خیال رکھا کرو کہ یہ تمہاری شکایت کر رہا ہے۔

جود وسخا کا یہ نظارہ بھی آپؐ کے اخلاق فاضلہ میں دیکھنے میں آتا ہے کہ عطا کرنے پر آتے ہیں تو مکہ کے نئے ایمان لانے والے سرداروں کو سو سو اونٹ عطا کر دیتے ہیں اور کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں جانے دیتے۔ایک دفعہ کسی قبیلے کا سردار آپؐ کے پاس آتا ہے اور ایک وادی کے اندر آپؐ کی بکریاں دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے آپؐ سارے کا سارا ریوڑ اس کے حوالے کر دیتے ہیں اس حسن سلوک سے وہ متاثر ہو کر اپنی قوم کو بتاتا ہے کہ

محمدؐ جب دینے پر آتا ہے تو اتنا دیتا ہے کہ اسے غربت کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔

عفو و احسان اور درگزر میں آپؐ ایسا کمال رکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں کو بھی لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہہ کر معاف کر دیتے ہیں جنہوں نے آپؐ پر شدید مظالم ڈھائے تھے اسی لئے یہ کہنا بجا ہے کہ

لیا ظلم کا عفو سے انتقام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

قارئین کرام! حضورؐ کی زندگی کے اوصاف حمیدہ و خصائص جلیلہ ان گنت ہیں جن میں سے چند پیش کئے گئے ہیں۔ ان اخلاق فاضلہ کو مکمل طور پر بیان کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں۔اس خلق عظیم کی چند خوشبوئیں جو ہم تک کسی بھی ذریعے سے پہنچ جائیں ہمارا کام ان پر عمل پیرا ہونا ہے اپنے اخلاق و کردار کے بام و در کو اس طرح سجانا ہے ان خوشبوؤں سے کہ دیکھنے والے پکار اٹھیں کہ یہ وہ مسلمان ہیں جن کی طلب ہے جن سے اللہ اور اسکا رسولؐ راضی ہیں۔

ا۔النور شمارہ جنوری 2014 میں صفحہ 31 پر شائع شدہ نظم میں ’’کہیں یہ کوہ بے بہا ہیں‘ کو اس طرح پڑھیں۔ کہیں یہ گوہر بے بہا ہیں
۲۔نومبر۔دسمبر 2013 کے شمارہ میں شائع شدہ مضمون ’ہفت بند مظہر‘ میں صفحہ نمبر 39 کے پہلے کالم میں تیسرے شعر میں نمبر 58 کی بجائے 85 پڑھا جائے۔

مبارک صد مبارک

محمد اسلم صابر، استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا

سفرِ لِلّٰہی پہ ہو جانا مبارک
بخیر و ظفر لوٹ آنا مبارک

مساجد کی رونق بڑھانا مبارک
سوئے حق سبھی کو بلانا مبارک

قدم بوسی کی جن ممالک نے اب کے
مبارک قدم واں ٹکانا مبارک

ہوں جاپانی یا نیوزی لینڈرز انہیں
پیامِ محمد ﷺ سنانا مبارک

جو آئے بصد شوق بہرِ زیارت
انہیں اک جھلک سے رلانا مبارک

ترستے تھے میخوار اک گھونٹ تک کو
انہیں جام بھر بھر پلانا مبارک

صحافی یا عالم یا ہو واقفِ نَو
دمِ گفتگو مسکرانا مبارک

جو دیدار کرتے تھے سکرین پر ہی
انہیں جا کے چہرہ دکھانا مبارک

ہوا و ہوس کا چھڑانا مبارک
سبق راستی کا پڑھانا مبارک

شریعت سکھانا طریقت بتانا
حقیقت سے پردہ اٹھانا مبارک

جماعت کو تقویٰ کی راہوں پہ لے کر
قدم آگے آگے بڑھانا مبارک

بتدریج و الفت زمانے سے آقا
رسوماتِ بد کا مٹانا مبارک

رہِ امنِ عالم ہیں بھولے جو لیڈر
انہیں سیدھا رستہ دکھانا مبارک

ہاں یاد آگئی اک پرانی کہانی
وہ گھانا میں گندم اگانا مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذہبی رواداری

جمیل احمد بٹ، کراچی پاکستان

آنحضرت ﷺ خلق عظیم کے حامل تھے اور قرآن کریم میں آپ کے طریق کو سب کے لئے اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے۔ اس مبارک اسوہ کا ایک رخ یعنی 'آپ ﷺ کی مذہبی رواداری' اس مضمون کا موضوع ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اپنی حیات طیبہ میں بے دینوں اور مشرکین کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں صابیوں، مجوسیوں، عیسائیوں اور یہود سے واسطہ پڑا۔ ان سب سے ہر معاملہ میں آپ نے شاندار حسن سلوک فرمایا اور یوں مذہبی رواداری کی عظیم مثالیں قائم ہوئیں۔

آپ کا یہ نیک نمونہ آپ کے اپنے روشن اصولوں کے مطابق تھا جن کی آپ نے حریت ضمیر اور آزادی مذہب کے قیام کے لئے تعلیم دی۔ ہر قسم کی تنگ نظری، تعصب اور انتہا پسندی کو مٹا کر دنیا میں بلا امتیاز مذہب وعقیدہ انسان دوستی کو قائم کرنے والے ان رہنما قرآنی اصولوں میں سے دس یہ ہیں:

1۔ عقائد منوانے اور مذہب کو پھیلانے کے لئے طاقت کا استعمال ممنوع ہے:

دین حق میں مذہبی معاملات کے پھیلانے یا ان پر عمل کروانے کے لئے کسی بھی قسم کا جبر وتشدد ممنوع ہے اور اس کی روشن تعلیم یہ ہے کہ:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرة :257) ترجمہ: دین میں جبر نہیں۔

2۔ ہر شخص کو آزادی ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے اور جس کا چاہے انکار کرے

دین میں جبر نہ ہونے کا ایک اظہار یہ آزادی ہے کہ ہر شخص جو مذہب چاہے اختیار کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الكهف 30:18)

ترجمہ: جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کردے۔

3۔ دین حق سے ارتداد پر دنیا میں کوئی مواخذہ نہیں:

اسی آزادی کے تحت اگر کوئی شخص دین حق قبول کرتا ہے اور پھر اس سے ارتداد کر لیتا ہے تو اس کے لئے قرآن کریم کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں کرتا اور یہی فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اس جرم کی سزا آخرت میں پائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ (النساء : 138)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر کفر میں (اور بھی) بڑھ گئے۔ اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔

4۔ مذہبی پیشواؤں کی حرمت کے قیام کا سنہری اصول:

ہر مذہب کو ماننے والے اپنے پیشواؤں کو قابل احترام گردانتے ہیں۔ قرآن کریم مومنوں کو یہ تعلیم دے کر کہ ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے ہیں ان سب کے احترام کو قائم کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد :8)

ترجمہ: اور ہر ایک قوم کیلئے ایک ہادی ہے۔

5۔ دوسروں کے مقدسین کو برا کہنے کی ممانعت:

عدم احترام کے نتیجہ میں پیدا ہو سکنے والے فساد کو روکنے کے لئے قرآن مومنوں کو انہیں بھی برا کہنے سے روکتا ہے جنہیں مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ یہ قرآنی حکم اس طرح ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام : 109)

ترجمہ: اور تم انہیں جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں گالیاں نہ دو۔ ورنہ تو وہ دشمن ہو کر جہالت کے سبب اللہ کو گالیاں دیں گے۔

6۔ اختلاف مذہب کے باوجود مشترک عقائد کی بنیاد پر تعاون کی تعلیم:

اختلاف مذہب کے باوجود قرآن کریم افراد اور اقوام کے باہم تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کے لئے یہ روشن اصول مقرر کرتا ہے کہ مشترک باتوں کو

اہمیت دے کر اس تعاون کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

(آل عمران3 :65)

ترجمہ: تو کہہ دے اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

7۔ بلالحاظ مذہب ہر ایک سے عدل کا حکم:

قرآن کریم مذہب کی بنیاد پر ناانصافی کا مخالف ہے اور اختلاف عقیدہ کے باوجود مومنوں کو سختی سے عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا

(المائدہ5 : 9)

ترجمہ: اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو!

8۔ بلاامتیاز تعاون برائے قیام امن:

قرآن کریم اختلاف عقیدہ کو باہم تعاون اور خاص طور پر قیام امن کی راہ میں روک بنانے سے منع فرماتا ہے اور اس بارے میں مومنوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ (توبہ: 6)

ترجمہ: اور مشرکوں میں سے اگر کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے۔

9۔ غیروں کی خوبیوں کا کھلا اعتراف:

اختلاف عقیدہ کے باوجود دوسروں کی خوبیوں کا برملا اعتراف قرآن کریم کی ایک اور روشن تعلیم ہے۔ چنانچہ عملاً مخالف اہل کتاب میں پائی جانے والی ایک خوبی قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے یوں محفوظ فرمائی:

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ

(آل عمران: 76)

ترجمہ: ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھ دو تو وہ تمہیں واپس کردیں گے۔

10۔ غیروں سے حسن سلوک کی تعلیم:

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے مابین پرامن اور خوشگوار تعلقات کے قیام کے لئے مندرجہ بالا اصولوں کے ساتھ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو امن پسند غیروں سے حسن سلوک، منصفانہ برتاؤ اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس اعلیٰ تعلیم کے الفاظ ہیں:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ
يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ
مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ

(الممتحنہ60 :9)

ترجمہ: جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا، ان کے ساتھ احسان کرنے اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا۔

حیرت انگیز وسیع النظری کے حامل ان اصولوں پر پورا عمل کھلے اور محبت بھرے دل ہی کرسکتے ہیں اور چونکہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شفیق اور محبت کرنے والے وجود تھے۔ اس لئے آپ نے ان اصولوں کو اپنا کر مذہبی رواداری کا ایسا عظیم اظہار فرمایا جو رہتی دنیا تک اس راہ پر چلنے والوں کے لئے نمونہ رہے گا۔ آپ کی حیات طیّبہ ایسے پیارے واقعات سے پر ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

عام تمدنی اور معاشرتی تعلقات

i۔ سب کو سلام

دین حق امن اور سلامتی کا مذہب ہے اس کا ہر آن اظہار وہ سلام ہے جس کا باہم ملاقات پر اظہار ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلام کو عام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: 'اَفْشُوا السَّلَام ۔ یعنی سلام کو پھیلاؤ۔ یہ حکم عام ہے اور اس میں پہلے سے جان پہچان کی بھی کوئی شرط نہیں جیسا کہ ایک اور حدیث میں فرمایا:

وَتَقْرَا السَّلَمَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَعَلٰى مَنْ لَّمْ تَعْرِفْ ۔ (بخاری کتاب الاستئذان)۔ یعنی سلام کہہ ان کو جن کو تو پہچانتا ہے اور جن کو تو نہیں پہچانتا۔

آپ خود بھی سلام کہنے میں مومن اور کافر میں بھی کوئی فرق نہ کرتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ:

'ایک دفعہ آنحضرت ﷺ مدینہ میں ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن میں یہودی اور مشرک بھی تھے آپ ﷺ نے انہیں السلام علیکم کہا'

(بخاری کتاب الاستئذان)

ii۔ مہمان نوازی:

آنحضرت ﷺ کافروں کی مہمان نوازی بھی کھلے دل سے فرماتے

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: ' ایک دفعہ ایک غیر مسلم آنحضرت ﷺ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ نے اسے بکری کا دودھ دوہ کر دیا لیکن وہ سیر نہ ہوا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پیش کیا پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ اس پر تیسری، چوتھی یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپ ﷺ اُس کی اس حرص پر مسکرائے لیکن مہمان سے کوئی بات نہ کی' (ترمذی کتاب الاطعمہ)

iii۔ دعوت قبول کرنا:

آنحضرت ﷺ غیر مسلموں کی دعوت بھی قبول کر لیتے اور ان کے ساتھ اوران کے برتنوں میں کھانے پینے میں کوئی عار نہ جانتے جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہے:

خیبر کی ایک یہودی عورت زینب بنت حرث نے آپ کی خدمت میں بکری کے بھنے ہوئے گوشت کا تحفہ پیش کیا آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملا ہوا تھا۔ (سیرت حلبیہ اردو ۔جلد سوئم نصف اول صفحہ 180 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 1999)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ کی دعوت کی اور جَو کی روٹی اور چربی پیش کی۔ حضور ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ نمبر 211 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحہ نمبر 20)

iv۔ تحفہ قبول کرنا

آنحضرت ﷺ غیر مسلموں کا تحفہ بھی قبول کر لیتے۔ ایسا ایک واقعہ درج ذیل ہے:

یہودانِ بنونضیر میں سے مخرق نامی ایک یہودی نے مرتے وقت اپنے سات باغ آنحضرت ﷺ کے نام بطور ہبہ وصیت کئے۔ جو آنحضرت ﷺ نے قبول فرمائے۔

(روض الانف جلد 2 صفحہ 143 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحہ نمبر 21)

v۔ عیادت

مولانا شبلی نعمانی اور مولانا سلیمان ندوی نے سیرت النبی ﷺ پر اپنی کتاب میں لکھا ہے:

'بیماروں کی عیادت میں دوست و دشمن، مومن و کافر کسی کی تخصیص نہ تھی' (سیــرة النبی ﷺ جلد دوم صفحہ 259 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور طبع چہارم)

ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی نوجوان بیمار ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کی حالت کو نازک پا کر اسے تبلیغ فرمائی اور فرمایا 'خدا کا شکر ہے کہ ایک روح آگ کے عذاب سے نجات پا گئی' (بخاری کتاب الجنائز باب عیادت المشرک)

vi۔ جنازہ کا احترام:

آنحضرت ﷺ جنازوں کے احترام میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہ کرتے۔ چنانچہ بخاری میں درج ہے:

شام کی فتح کے بعد دو صحابہ ایک جنازہ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ایک نئے مسلمان نے تعجب کیا اور کہا یہ تو ایک عیسائی کا جنازہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں ہم جانتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کا یہی طریق تھا۔ ایک بار ایک جنازہ کے احترام میں آپ کھڑے ہو گئے تو کسی نے کہا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا تو فرمایا: ' کیا یہودی انسان نہیں ہوتے! اور کیا ان میں خدا کی پیدا کی ہوئی جان نہیں؟'

(بخاری کتاب الجنائز ۔ باب مَنْ قَامَ لجَنَا زَةِ لیھودی)(مسند احمد بن حنبل جلد 6)

vii۔ مردوں کا احترام

انسانی لاشوں کے احترام میں بھی آپ ﷺ کا یہی اصول تھا اور مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئی سفر کئے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی انسان کی نعش پڑی دیکھی ہو اور اسے دفن نہ کروایا ہو۔ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔ (مستدرک حاکم جلد 1 بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ 542 مطبوعہ لاہور 2004)

'بدر میں ہلاک ہونے والے 24 مشرک سرداروں کو بھی آپ ﷺ نے خود میدان بدر میں ایک گڑھے میں دفن کروایا تھا' (بخاری کتاب المغازی)

غزوہ احزاب میں ایک مشرک سردار نوفل بن عبداللہ خندق میں گر کر ہلاک ہوگیا۔ مشرکین مکہ نے اس کی لاش کے بدلے دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ' ان کا مردہ واپس لوٹا دو ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ قیمت کی'

(ابن ہشام جلد 3 صفحہ 273 بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ 543 مطبوعہ لاہور 2004)

viii۔ پڑوسی کے حقوق:

پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں دین حق کی روشن تعلیم ہے کہ:
احسان کرو ،وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ(النساء4: 37)۔رشتہ دار ہمسائیوں اور بے تعلق ہمسائیوں پر۔
یہ تعلیم مسلم اور کافر میں کوئی فرق نہیں کرتی اور ویسے بھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ ؓ کے بیشتر پڑوسی مسلمان نہ تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ کے اسوہ کے مطابق یہ تعلیم ایسے پڑوسی کے لئے بھی ہے جو غیر، مخالف اور بدسلوکی کرنے والا ہو۔ جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے ظاہر ہے:
'حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ابولہب اور عتبہ میرے پڑوسی تھے اور میں ان کی شرارتوں میں گھرا ہوا تھا۔ یہ لوگ مجھے تنگ کرنے کے لئے غلاظت کے ڈھیر میرے دروازے پر ڈال دیتے۔ میں باہر نکلتا تو خود اس غلاظت کو راستہ سے ہٹاتا اور صرف اتنا کہتا:
'اے عبدالمناف کے بیٹو! کیا یہی حقِ ہمسائیگی ہے؟' (طبقات ابن سعد جزو اول)

ix۔ چھینک پر دعا:

چھینک پر دعا کی تعلیم ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اس تعلیم پر ایک یہودی کے حق میں عمل کا ایک واقعہ درج ذیل ہے
' کسی یہودی کو حضور ﷺ کی مجلس میں چھینک آجاتی تو آپ اسے یہ دعا دیتے۔ کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال اچھا کردے' (سیوطی)

x۔لین دین

لین دین رکھنے اور معاملہ کرنے میں بھی آنحضرت ﷺ نے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کیا۔
یہود مدینہ سے آخر وقت تک آنحضور ﷺ کا لین دین اور معاملہ رہا۔ بوقت وفات بھی آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس 30 صاع غلّے کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری کتاب المغازی)

۲۔ بلا امتیاز خدمت:

آنحضرت ﷺ بنی نوع انسان سے عام محبت کرتے اور آپ کا دامن شفقت سب کیلئے پھیلا رہتا۔ آپ کے اس لطف و کرم سے اپنے اور غیر سب فیض اٹھاتے۔ دوسروں کے کام آنے کیلئے آپ ﷺ مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہ کرتے۔
آپ ﷺ کا ایک بوڑھی عورت کا بوجھ اٹھا کر اس کی مدد کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جو بچہ بچہ کے علم میں ہے۔ یہ عورت غیر مسلم تھی اور آپ ﷺ کو جادوگر جان کر ڈر کر اپنا گھر چھوڑ کر جا رہی تھی۔
اسی طرح ایک اور واقعہ عام ہے۔ جس میں آپ نے مکہ میں نو وارد اراشی نامی ایک شخص کا حق دلانے کے لئے اپنے ایک جانی دشمن ابوجہل کے در پر دستک دی۔ یہ نو وارد غیر مسلم بھی تھا اور اجنبی بھی۔

۳۔ بلا امتیاز عدل وانصاف:

اختلاف عقیدہ انصاف کرنے کی راہ میں روک نہ بنے ۔ یہ قرآنی حکم ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے حیرت انگیز طور پر عمل فرمایا۔ درج ذیل چند واقعات اس کا نمونہ ہیں

i۔ یہودی قرض خواہ:

ایک موقع پر ایک یہودی قرض خواہ نے آنحضرت ﷺ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے گستاخی کے کلمات کہے اور آنحضرت ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنے بل دیئے کہ چہرہ مبارک کی رگیں اُبھر آئیں۔ حضرت عمر ؓ نے جو اس موقع پر موجود تھے سختی سے اس یہودی کو ڈانٹ کر روکا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر ؓ سے فرمایا، عمر! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اس کو نرمی سے سمجھاتے اور تمہیں مجھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں قرض وقت پر ادا کروں' بعد ازاں قرض کی ادائیگی کے ساتھ کچھ زائد کھجور اس سخت کلام کو تاوان کے طور پر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔
(مستدرک حاکم بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ نمبر 571)

ii۔خیبر کے یہود کے حق میں فیصلہ:

آپ کے ایک صحابی مُحَیصہ خیبر میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کے ورثاء حضور ﷺ کے پاس قصاص کا دعویٰ لے کر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم قسم کھا کر قاتل کا تعین کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو وہاں پر موجود نہ تھے اس لئے ہم کیسے قسم کھا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ثبوت کے بغیر قصاص کیسے ممکن ہے؟ اب صرف یہی صورت ہے کہ خیبر کے یہودی جن پر تمہیں شبہ ہے قانون کے

مطابق پچاس قسمیں کھائیں کہ انہیں قاتل کا علم نہیں۔ ورثاء نے کہا کہ ان یہودیوں کا کیا اعتبار؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ باز پرس کی اجازت نہیں۔ کیونکہ قانون میں کسی امتیاز کی گنجائش نہیں۔اس کے بعد آپ نے اپنے پاس سے دیت ادا کردی۔

(بخاری کتاب الجهاد)

iii۔بنونضیر کو بچوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت:

جب بنونضیر کو ان کی غداری اور فتنہ انگیزی کی سزا میں مدینہ سے جلاوطن کیا گیا اور انہوں نے اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی لے جانا چاہا جو انصار کی اولاد تھے مگر زمانہ جاہلیت میں منت ماننے کے نتیجہ میں یہودی بنا دیئے گئے تھے۔تو انصار نے انہیں مدینہ میں روک لینا چاہا۔معاملہ پیش ہونے پر آنحضرت ﷺ نے انصار کے خلاف فیصلہ فرمایا۔ارشاد ہوا،'جو شخص بھی یہودی ہے اور جانا چاہتا ہے ہم اسے روک نہیں سکتے' اور بنونضیر کو مسلمان انصار کے ان قبل اسلام بچوں کو ان کے ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔

(ابو داؤد ، کتاب الجهاد)

iv۔خیبر کے یہود کے گلہ کی واپسی:

جنگ خیبر کے محاصرہ کے دوران ایک یہودی رئیس کا گلہ بان مسلمان ہو گیا۔ یہودی رئیس کا گلہ اس کے ہمراہ تھا جس کے بارے میں اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا!یارسول اللہ ﷺ ان بکریوں کا میں کیا کروں؟فرمایا! 'ان کا منہ قلعہ کی طرف کرکے ہانک دو' ایسا ہی کیا گیا۔

(سیرت حلبیه اردو جلد سوئم نصف اول صفحه 137-138 دار الاشاعت کراچی 1999)

یہ حالت جنگ میں غیر مسلم دشمن کے لئے خوراک کے ذخیرہ کی فراہمی تھی لیکن چونکہ انصاف کا تقاضا یہی تھا اس لئے آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

4۔غیروں کی جان و مال کا تحفظ:

غیروں کی جان و مال کے آپ ہمیشہ محافظ رہے۔ایسے چند واقعات درج ذیل ہیں:

i۔فتح خیبر کے موقع پر یہود نے شکایت کی کہ بعض مسلمانوں نے ان کے جانور لوٹے اور پھل توڑے ہیں۔آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ 'اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم بغیر اجازت کسی کے گھر گھس جاؤ اور پھل وغیرہ توڑو'۔

(ابو داؤد جزو ثانی صفحه 424 بحوا له اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحه24)

ii۔ایک سفر کے دوران کھانے کو کچھ نہ تھا کہ کافروں کی کچھ بکریاں نظر آئیں بعض اصحاب نے انہیں پکڑ کر ذبح کرلیا اور ہنڈیا چڑھادی۔آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کمان سے ہانڈیاں الٹ دیں اور فرمایا 'لوٹ کی چیز مردار سے زیادہ حلال نہیں'۔

(ابن هشام جزو ثانی صفحه 188 بحواله اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحه24- 25)

iii۔ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے لپیٹ میں آ کر ہلاک ہو گئے۔ حضور ﷺ کو پتہ لگا تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جنہوں نے معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا؟ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ وہ مشرکین کے بچے ہی تو تھے۔فرمایا!'مشرکین کے بچے بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں اور بہترین انسان بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں'۔(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحه 24 بحواله اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحه 25)

5۔غیروں سے معاہدات کی پابندی:

صلح حدیبیہ کا معاہدہ جہاں اور کئی روشن پہلوؤں کا حامل ہے۔وہیں آنحضرت ﷺ کے غیروں سے معاہدات کے احترام کی ایک حیرت انگیز مثال ہے۔واقعات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط طے پاگئی تھیں گو ابھی معاہدہ لکھا نہ گیا تھا۔کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو کا اپنا بیٹا مکہ میں مسلمان ہونے کے جرم میں قید و بند جھیل رہا تھا۔مسلمانوں کے حدیبیہ پہنچنے کی خبر سن کر یہ حضرت ابو جندل ؓ گرتے پڑتے اس حال میں وہاں آن پہنچے کہ پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر زخموں کے نشان۔آ کر پناہ کے طالب ہوئے۔مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔لیکن سہیل معترض ہوا اور کہا کہ معاہدہ طے پا چکا ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس سے اتفاق کیا۔اس پر حضرت ابو جندل ؓ نے عرض کیا :' کیا آپ مجھے پھر ان کافروں کے حوالے کردیں گے،جنہوں نے مجھے اتنی تکلیفیں پہنچائی ہیں اور ظلم کئے ہیں؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابو جندل! صبر کرو اللہ تمہارے اور دیگر مظلوموں کے لئے کوئی راستہ پیدا کردے گا۔اب صلح ہو چکی ہے اور ہم ان لوگوں سے اپنا عہد

نہیں توڑ سکتے۔' (سیرت ابن ہشام اردو جلد دوم صفحہ 378مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

6۔دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام:

آنحضرت ﷺ غیر مسلموں کے مذہبی جذبات کا بہت احترام فرماتے اور حتی الامکان ان کی دل شکنی سے احتراز فرماتے۔ایسے چند واقعات درج ذیل ہیں:

i۔معاہدہ صلح حدیبیہ:

1۔معاہدہ لکھا جانے لگا تو ابتداً فرمایا لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہیل بن عمرو نے کہا: یہ رحمان کا لفظ کیسا ہے ہم اسے نہیں جانتے اس طرح لکھا جائے جس طرح عرب لکھتے ہیں: بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں

2۔پھر فرمایا۔یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا ہے

سہیل نے جھٹ اعتراض کی اور کہا: رسول اللہ کا لفظ ہم نہیں لکھنے دیں گے۔محمد بن عبداللہ لکھو۔

یہ لفظ لکھا جا چکا تھا۔فرمایا: کاٹ دو

حضرت علیؓ نے جو معاہدہ لکھ رہے تھے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں تو آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔اس پر آنحضرت ﷺ نے نشان دہی کروا کر یہ لفظ خود کاٹ دیئے۔(بخاری کتاب المغازی بحوالہ سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 764-765)

ii۔دوسروں کے جذبات کے احترام میں مقام کے اظہار میں کمی:

ایک دفعہ ایک صحابی نے کسی یہودی کے سامنے آنحضرت ﷺ کی حضرت موسیٰؑ پر ایسے رنگ میں فضیلت بیان کی جس سے اس یہودی کو صدمہ پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ٹھیک ہے میں افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہوں لیکن دوسروں کی دلداری کی خاطر میرے حق کے باوجود لَا تُخَیِّرُونِیْ عَلٰی مُوْسٰی(بخاری کتاب التفسیر سورہ اعراف) یعنی مجھے موسیٰؑ پر فضیلت نہ دیا کرو۔

iii۔حضرت یونسؑ کو اپنا بھائی کہنا:

دوسروں کے جذبات کے احترام کی خاطر ایک اور موقع پر فرمایا:

"مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔" (بخاری)

پھر طائف سے واپسی پر نینوا کے عیسائی غلام عدّاس کے سامنے بھی حضرت یونسؑ کو اپنا بھائی قرار دیا(ابن ہشام و طبری بحوالہ سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 183)

iv۔زبانی اظہارِ اسلام کو کافی جاننا:

مذہبی جذبات کے احترام کا ایک انتہائی اعلیٰ رخ آپ ﷺ کا یہ اسوہ تھا کہ آپ فرد کے اپنے عقیدہ کے اظہار کو حتمی جانتے اور اس بات کو سخت ناپسند فرماتے کہ کسی عقیدہ کے اظہار پر اس بناء پر شک کیا جائے کہ یہ کسی اور غرض کے تحت ہے اور اظہار کرنے والے کے دل میں کچھ اور ہے۔

ایک لڑائی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک کافر کو باوجود یہ کہنے کے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، قتل کر دیا۔یہ واقعہ جب آپ ﷺ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ ﷺ حضرت اسامہؓ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کے اس عذر پر کہ وہ شخص دل سے مسلمان نہ ہوا تھا۔آپ ﷺ نے تکرار سے فرمایا' کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا'۔آپ کی ناراضگی اس قدر تھی کہ حضرت اسامہؓ نے تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔(مسلم کتاب الایمان)

7۔مسجد نبوی ﷺ کا غیر مسلموں کے لئے کھلا رکھنا:

مذہبی رواداری کا ایک اور حسین پہلو آنحضرت ﷺ کا اپنی مسجد کو غیر مسلموں کے لئے کھلا رکھنا تھا۔جیسا کہ درج ذیل دو واقعات سے ظاہر ہے:

i۔نجران کے عیسائی: فتح مکہ کے بعد دس ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا 60 افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا۔دوران گفتگو ان کی نماز کا وقت آ گیا۔آنحضرت ﷺ نے ان کو مسجد میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کی اجازت دی۔چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی ﷺ میں مشرق کی طرف منہ کر کے عبادت کی۔(زرقانی جلد 2صفحہ نمبر 135)

ii۔طائف کا مشرک سردار: فتح مکہ کے بعد طائف سے بنو ثقیف کے مشرکین کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس کی سربراہی عبد یالیل نامی وہی سردار کر رہا تھا۔جس نے آنحضرت ﷺ کے سفر طائف کے دوران آپ کو انتہائی دکھ دیا تھا۔اس وفد کے قیام کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں خیمے نصب کروائے۔بعض صحابہ نے یہ بھی کہا کہ: آپ ان کو مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں اور مشرک نجس ہوتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ یہ ارشاد الٰہی دلوں کی گندگی کے لئے ہے اور شرک کی نجاست خدا کی زمین کو ناپاک نہیں کیا کرتی۔

(احکام القرآن جلد نمبر 3صفحہ نمبر 109 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ23)

8۔ بلالحاظ عقیدہ باہمی تعاون:

اختلاف عقیدہ کے ساتھ باہم تعاون کی سب سے اعلیٰ مثال وہ میثاق مدینہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی پہلی مسلم حکومت کے آئین کے طور پر منظور فرمایا اور جس کے فریق، مسلمان، یہود اور مشرکین تھے۔ اس معاہدے میں غیر مذاہب کے لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم قرار دیا گیا۔ اور سب کو اپنے عقائد پر رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا۔ چند شقیں درج ذیل ہیں:

i ۔تمام مذاہب کے لوگ اور تمام اقوام وقبائل ایک امت مانی جائیں گی۔

ii۔کسی فریق کی جنگ کی صورت میں مسلمان غیر مسلموں کی مدد کریں گے اور غیر مسلم مسلمانوں کی اعانت کریں گے۔

iii۔یہود کے تعلقات جن قوموں سے دوستانہ ہوں گے ان کے حقوق مسلمانوں کی نظر میں یہود کے برابر ہوں گے۔

(سیرت ابن ہشام اردو جلد اول صفحہ نمبر439-442مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

10۔ حیرت انگیز مذہبی آزادی کا قیام:

آنحضرت ﷺ نے حیرت انگیز مذہبی آزادی کو قائم فرمایا۔ اس آزادی کے تین تابناک رخ درج ذیل ہیں۔

i۔اپنے دین پر قائم رہنے کی آزادی: اسلام میں جبر نہیں اس لئے آپ ﷺ کی زندگی میں جہاں بھی غلبہ ہوا۔ وہاں رہنے والے غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مکمل آزادی دی گئی جیسے:

ا۔پہلی اسلامی ریاست مدینہ میں بسنے والے یہود ومشرکین

۲۔خیبر کے یہودی

۳۔فتح مکہ کے بعد وہاں کے مشرکین سب کو مکمل مذہبی آزادی رہی۔

نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا اس میں انہیں مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ اس میں منجملہ اور باتوں کے لکھا گیا:

'مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔ ان کا کوئی گرجا گرایا نہیں جائے گا۔ نہ ہی کسی اسقف یا کسی پادری کو بے دخل کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی یا کمی بیشی ہوگی۔ نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ اور ان پر کوئی ظلم یا زیادتی نہیں ہوگی۔' (ابو داؤد کتاب الخراج)

ii۔بلاشرطِ ایمان عام معافی: فتح مکہ کے موقع پر بلاشرطِ ایمان مخالفین کو عام معافی دی گئی۔ ان معافی پانے والوں میں دین حق کے کئی بڑے بڑے دشمن بھی شامل تھے جیسے:

ابوسفیان، ہندہ، عکرمہ، حضرت حمزہ ؓ کا قاتل وحشی اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب ؓ کا قاتل ہبار

iii۔مسلمان نہ ہونے کے اعلانیہ اظہار کے باوجود دشمن کو معافی:

مشرک سردار صفوان بن امیّہ نے جنگ بدر کے بعد عمیر بن وہب کو زہر میں بجھی تلوار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو نشانہ بنانے کے لئے مدینہ بھیجا۔ فتح مکہ کے بعد بھاگ کر جدّہ چلا گیا۔ اس کے چچا زاد نے امان کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے امان دی اور اپنا عمامہ بطور نشانی عطا فرمایا۔ جس پر صفوان لوٹ آیا۔ لیکن بجائے ایمان لانے کے یہ کہا:

'میں تمہارا دین ابھی قبول نہیں کروں گا مجھے دو مہینے کی مہلت دو'

آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: 'دو نہیں تم چار مہینہ لے لو'

یوں یہ ایک دشمن کو ایمان نہ لانے کے اعلانیہ اظہار کے باوجود معافی تھی۔

(سیرت حلبیہ اردو جلد سوم نصف اول صفحہ 286-287 ۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی 1999)

حاصل کلام

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مذہبی رواداری کی یہ حیرت انگیز تعلیم اور اس کے مطابق آپ ﷺ کا روشن اسوہ حسنہ، تنگ نظری، تعصب اور انسانی بھائی چارے کو کچلنے والے تمام محرکات کی موثر نفی کرتا ہے۔ اور یوں یہ انسانیت پر آپ ﷺ کا ایک عظیم احسان ہے۔ جس کا احساس کر کے ہر دل آپ ﷺ کی محبت سے بھر جاتا ہے اور زبانوں پر بے اختیار یہ الفاظ آجاتے ہیں

اللّٰھم صلِ علٰی محمد و علی آل محمد ...

آج ہر طرف تعصب اور تنگ نظری کے اندھیرے پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں روشنی میں بدلنے کی ضرورت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس مبارک اسوہ کا خوب پرچار کیا جائے تا لوگوں کے علم میں آئے کہ قرآنی تعلیم کی رو سے ہر شخص کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے اور تمام مذاہب کے بانی اور پیشوا عزت اور احترام کے مستحق ہیں۔ اور باہمی اچھے تمدنی اور معاشرتی تعلقات کے قیام اور معاملات کے کرنے میں مذہبی عقیدہ کا فرق بے تعلق بات ہے۔

☆......☆......☆

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قابل تقلید مبارک اُسوہ

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کے جامع ہیں جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے

مکرم نذیر احمد خادم صاحب۔ ربوہ، پاکستان

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے آقا رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق عظیم کے بلند ترین مقام پر فائز ہونے کی سند فضیلت اور خوشنودی عطا کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5)

''اور یقیناً تو بہت بڑے خلق پر فائز ہے۔''

پھر آپ کو رہتی دنیا تک تمام لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور کامل نمونہ قرار دیا اور فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22)

''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاق حسنہ اور نیک نمونہ کی پیروی کرنے کے ثمرات اور برکات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اٰل عمرٰن:32)

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔''

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حسن سیرت و حسن صورت اور حسن اخلاق کے اعتبار سے ربّ جلیل کی تخلیق کا شاہکار تھے۔ دربار نبویؐ کے شاعر حضرت حسانؓ بن ثابت نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ:

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

''(اے خدا کے پیارے رسولؐ!) تجھ سے بڑھ کر حسین کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور تجھ سے زیادہ حسن و جمال والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ (میرے محبوب رسولؐ!) تُو ہر عیب اور نقص سے پاک کیا گیا ہے۔ تُو تو ایسا پیدا کیا گیا جیسا کہ تُو خود چاہتا تھا کہ تجھے پیدا کیا جائے۔

کسی بزرگ عاشق رسولؐ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ظاہری وکمالات باطنی کا کیا ہی دلربا اور دلکش نقشہ اس شعر میں کھینچا ہے۔

حسنِ یوسف دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(یعنی اے رسولؐ خدا!) تیرے وجودِ باجود میں حسن یوسف بھی پایا جاتا ہے، دم عیسیٰؑ کی وہ تاثیرات بھی موجود ہیں جن سے وہ روحانی مردوں کو زندگی بخشا کرتے تھے اور حضرت موسیٰؑ کا خوبصورت روشن دست حق بھی تجھے عطا ہوا ہے اور یہ اوصاف وکمالاتِ روحانی اور معجزاتِ ربّانی ان انبیاء کو الگ الگ عطا ہوئے تھے مگر تیری ذات جامع صفات تمام انبیاء کے جمیع اخلاق وشمائل کے ساتھ ''مجمع الانوار'' بن گئی ہے۔

مذکورہ بالا اس شعر کے مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے

مندرجہ ذیل شعر میں درجۂ کمال تک پہنچا دیا ہے فرماتے ہیں:

صد ہزاراں یُوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شُد از دمِ اُو بے شمار

(یعنی اے میرے پیارے رسولؐ!) میں تیری مبارک وحسین ٹھوڑی کے حلقہ اور گڑھے میں حضرت یوسف علیہ السلام جیسے لاکھوں حسین دیکھتا ہوں اور آپؐ کے برکتوں سے معمور منہ کی پھونکوں سے حضرت عیسیٰؑ جیسے بے شمار پیدا ہوسکتے ہیں۔

الغرض ہمارے پیارے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صفاتِ حسنہ، اخلاقِ کریمانہ اور تمام صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہرِ اتم تھے۔ آپؐ انبیائے سابقین کی جملہ خوبیوں کے جامع تھے۔ آپ کا گلدستۂ سیرت ایسے بے شمار حسین شمائل وخصائل کے پھولوں سے مزین تھا کہ دیکھنے اور ملنے والے بے اختیار پکار اُٹھتے کہ ؎

حسینانِ عالَم ہوئے شرگیں جو دیکھا وہ حسن اور وہ نُورِ جبیں
پھر اس پر وہ اَخلاق اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام علیک الصّلوٰۃُ علیکَ السّلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5) تُو خُلقِ عظیم پر ہے۔ اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول وعرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ وشمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہوسکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (النّسآء:114) یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے۔‘‘

(براھین احمدیہ ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 606 حاشیہ درحاشیہ نمبر 3)

’’آنحضرت ﷺ اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا ووفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلیٰ واصفا تھے اس لئے خدائے جلّ شانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔‘‘

(سرمہ چشمہ آریہ ۔ روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 71)

’’آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک عظیم الشان کامیاب زندگی ہے۔ آپ کیا بلحاظ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوت قدسی اور عقد ہمت کے اور کیا بلحاظ اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل کے اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے۔ غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے دل میں بے جا غصہ اور عداوت نہ ہو صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں۔‘‘

(الحکم 10/اپریل 1902ء صفحہ 5)

’’اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتا جب تک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور طرزِ عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بناوے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 62۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’رسول کریم ﷺ ہی دنیا کے لئے ایک کامل نمونہ ہوسکتے ہیں کیونکہ آپؐ ہر ایک امر میں دوسرے انسانوں سے افضل ہیں اور ہر ایک نیکی میں دوسروں کے لئے رہنما ہیں۔ ہر ایک پاک صفت آپؐ میں پائی جاتی ہے اور آپ کا کمال دیکھ کر آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں اور آپؐ کے نُور سے دل منور ہوجاتے ہیں ...... ملک داری میں آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جرأت میں آپؐ فرد وحید ہیں۔ غرض کہ ہر ایک امر میں آپؐ خاتم ہیں اور آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔‘‘ (انوار العلوم جلد 1 صفحہ 539)

رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اوّلین وآخرین کا سردار بنایا، خیر الرُّسل اور خاتم النبیین کا مقام عطا فرمایا، حسن اخلاق، حسن اعمال اور روحانیت اور قرب خداوندی اور محبت باری تعالیٰ کا عظیم الشان اور عدیم المثال مرتبہ عطا فرمایا مگر آپؐ اس پر ذرہ بھر فخر وعجب نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ عاجزانہ رنگ میں اپنے محسن ربّ رحمان ومنان کے در پر سجدہ ریز ہوکر اس کے ذکر وشکر میں محو ہوکر اس ذوالعطاء کی

فرمانبرداری میں زندگی گزارتے۔ اپنے ربّ سے دن رات، صبح ومسا ہر موقع پر دعا کرنا اور کثرت سے اپنے ربّ کو یاد کرنا آپؐ کی مبارک زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپؐ کی محبت الٰہی اور ذوق عبادت کی دلکش ودلگداز کیفیت کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر دلپذیر میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف لطیف ''سیرت النبی ﷺ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔۔۔۔رسول کریمؐ نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپؐ کے قدم (یا کہا) پنڈلیاں سوج جاتیں۔ لوگ آپؐ سے جب کہتے (کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں) تو آپؐ جواب دیتے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

اللہ اللہ کیا عشق ہے کیا محبت کیا پیار ہے خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ خون کا دوران نیچے کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں لیکن محبت اس طرف خیال ہی نہیں جانے دیتی آس پاس کے لوگ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ کرتے کیا ہیں اور آپؐ کے درد سے تکلیف محسوس کر کے آپؐ کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آپؐ یہ کیا کرتے ہیں اور کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف میں ڈالتے ہیں اور اس قدر دکھ اٹھاتے ہیں۔ آخر کچھ تو اپنی صحت اور اپنے آرام کا بھی خیال کرنا چاہئے مگر وہ دکھ جو لوگوں کو بے چین کر دیتا ہے اور جس سے دیکھنے والے متاثر ہو جاتے ہیں آپ پر کچھ اثر نہیں کرتا اور عبادات میں کچھ سستی کرنے کے اور آئندہ اس قدر لمبا عرصہ اپنے ربّ کی یاد میں کھڑے رہنا ترک کرنے کی بجائے آپؐ ان کی اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور انہیں جواب دیتے ہیں کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ وہ مجھ پر اس قدر احسان کرتا ہے، اس قدر فضل کرتا ہے اس شفقت کے ساتھ مجھ سے پیش آتا ہے پھر کیا اس کے اس حسن سلوک کے بدلہ میں اس کے نام کا ورد نہ کروں؟ اس کی بندگی میں کوتاہی شروع کر دوں۔

کیا اخلاص سے بھرا اور کیسی شکر گزاری ظاہر کرنے والا یہ جواب ہے اور کس طرح آپ کے قلب مطہر کے جذبات کو کھول کر پیش کر دیتا ہے خدا کی یاد اور اس کے ذکر کی یہ تڑپ اور کسی کے دل میں ہے۔ کیا کوئی اور اس کا نمونہ پیش کر سکتا ہے، کیا کسی اور قوم کا بزرگ آپؐ کے اس اخلاص کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ میں اس مضمون کے پڑھنے والے کو اس طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس عبادت کے مقابلہ پر اس بات کا خیال بھی رکھنا چاہئے کہ آپؐ کس طرح کاموں میں مشغول رہتے تھے اور یہی نہیں کہ رات کے وقت عبادت کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور دن بھر سوئے رہتے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر اس شوق اور تڑپ کا پتہ نہ لگتا جو اس صورت میں ہے کہ دن بھر بھی آپؐ خدا تعالیٰ کے نام کی اشاعت اور اطاعت وفرمانبرداری کا رواج دینے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ خود پانچ اوقات میں امام ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ دور دور کے جو وفود اور سُفراء آتے تھے ان کے ساتھ خود ہی ملاقات کرتے اور ان کے مطالبات کا جواب دیتے۔ جنگوں کی کمان بھی خود ہی کرتے۔ صحابہؓ کو قرآن شریف کی تعلیم بھی دیتے۔ جج بھی خود تھے۔ تمام دن جس قدر جھگڑے لوگوں میں ہوتے ان کے فیصلے کرتے۔ عُمّال کا انتظام، بیت المال کا انتظام، ملک کا انتظام، دین اسلام کا اجراء اور پھر جنگوں میں فوج کی کمان، بیویوں کے حقوق کا ایفاء۔ پھر گھر کے کام کاج میں شریک ہونا یہ سب کام آپ دن کے وقت کرتے اور ان کے بجالانے کے بعد بجائے اس کے کہ چُور ہو کر بستر پر جا پڑیں اور سورج کے نکلنے تک اس سے سر نہ اٹھائیں بار بار اُٹھ کر بیٹھ جاتے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تحمید کرتے اور نصف رات کے گزرنے پر اٹھ کر وضو کرتے اور تن تنہا جب چاروں طرف خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا ہوتا اپنے ربّ کے حضور میں نہایت عجز ونیاز سے کھڑے ہو جاتے اور تلاوت قرآن شریف کرتے اور اتنی اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے حتیٰ کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو اس قدر تکلیف ہوئی کہ قریب تھا کہ میں نماز توڑ دیتا کیونکہ میرے قدم اب زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتے تھے اور میری طاقت سے باہر تھا کہ زیادہ دیر تک کھڑا رہ سکوں۔ یہ بیان اس شخص کا ہے جو نوجوان اور رسول کریم ﷺ سے عمر میں کہیں کم تھا جس سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ آپ کی ہمت اور جذبہ محبت ایسا تیز تھا کہ باوجود پیری کے اور دن بھر کام میں مشغول رہنے کے آپؐ عبادت میں اتنی اتنی دیر کھڑے رہتے کہ جوان اور پھر مضبوط جوان جن کے کام آپؐ کے کاموں کے مقابلہ میں پاسنگ بھی نہ تھے آپؐ کے ساتھ کھڑے نہ رہ سکے اور تھک کر رہ جاتے۔

یہ عبادت کیوں تھی اور کس وجہ سے آپؐ یہ مشقت برداشت کرتے تھے صرف اسی لئے کہ آپؐ ایک شکر گزار بندے تھے اور آپؐ کا دل خدا تعالیٰ کے

احسانات کو دیکھ کر ہر وقت اس کے ذکر کرنے کی طرف مائل رہتا۔“

(سیرۃ النبی ﷺ ،انوار العلوم جلد 1صفحہ 511تا 513)

مزید فرماتے ہیں کہ:

”آپؐ کو خدا تعالیٰ سے کچھ ایسی محبت اور پیار تھا کہ کوئی معاملہ ہو اس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے غرض کہ ہر موقع پر خدا کا نام ضرور لیتے۔“ (انوار العلوم جلد 1صفحہ 454)

رسول کریم ﷺ کی عشق و محبت الٰہی کی یہی والہانہ اور عاشقانہ ادائیں دیکھ کر اہل مکہ بھی بے اختیار پکار اٹھتے کہ ’عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ“ محمدؐ اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا ہے۔“

نماز رسول کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ آپؐ محبت الٰہی اور ذکر و شکر سے بھری ہوئی نماز ادا کرتے تو اس کے بعد پھر یہ دعا کرتے کہ:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار)

”اے اللہ مجھے اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی حسین عبادت کی توفیق عطا فرما۔“ خدا تعالیٰ کے ذکر اور یاد سے آپ کا دل سیر نہ ہوتا۔ آپؐ فرماتے کہ: ”میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔“ (بخاری کتاب المناقب) رسول اللہ ﷺ آئینہ دیکھتے تو یہ دعا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ (مسند احمد)

اے اللہ جس طرح تو نے میری شکل و صورت حسین اور خوبصورت بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق کو بھی حسین بنا دے۔

نیا لباس زیب تن فرماتے تو اپنے ربّ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے یوں دعا مانگتے:

”اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ تو نے ہی یہ (کپڑا) مجھے پہنایا، میں اس (لباس) کی خیر و برکت تجھ سے طلب کرتا ہوں اور وہ خیر و بھلائی جو اس کا مقصد ہے (اے اللہ!) میں اس کپڑے کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اُس شر سے بھی جو اس سے پیدا ہو سکتا ہے۔“ (ابو داؤد، کتاب اللباس)

کوئی خوشخبری سنتے تو فوراً سجدۂ شکر بجالاتے۔

(تاریخ الخطیب للبغدادی جلد 4صفحہ 157)

کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے بھی ستر بار سے زیادہ استغفار کرتے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”آپؐ کی خوراک ایسی سادہ تھی کہ اکثر کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کے انصار ہمسائے دودھ تحفہ بھیجتے تو اکثر ہم لوگوں کو پلا دیتے......سادہ زندگی کی وجہ سے آپؐ کھجور اور پانی پر ہی کفایت کر لیتے۔ ایک صحابیؓ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ کے سامنے کدو پکا کر رکھا گیا تو آپؐ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ ان تمام کھانوں کے ساتھ آپؐ اصل مالک کو نہ بھولتے بلکہ خدا کا نام لے کر کھانا شروع کرتے اور دائیں ہاتھ سے کھاتے اور اپنے آگے سے کھاتے اور جب کھا چکتے تو فرماتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا (بخاری کتاب الاطعمہ باب مایقول اذا فرغ من طعامہ) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ بہت بہت تعریفیں پاک تعریفیں، برکت والی تعریفیں، ایسی تعریفیں کہ جو ایک دفعہ پر بس کرنے والی نہ ہوں۔ جو چھوڑی نہ جاویں۔ جن کی ہمیشہ عادت رہے۔ اے ہمارے ربّ یعنی مولا تیرا شکر تو میں بہت بہت کرتا ہوں پر تُو بھی مجھ پر رحم کر اور آج کے انعام پر ہی بس نہ ہو جائے بلکہ تو ہمیشہ مجھ پر انعام کرتا رہ اور میں ہمیشہ تیرا شکر کرتا رہوں۔ اس دعا پر غور کر و دیکھو کہ کھانا کھاتے وقت آپؐ کے دل میں کیا جوش موجزن ہوں گے اور کیا شکر کا دریا پھوٹ کر بہہ رہا ہو گا پھر اس پر بھی غور کرو کہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ یعنی تمہارے لئے رسول کریم ﷺ ایک بہتر سے بہتر نمونہ ہے جس کی تمہیں پیروی کرنی چاہئے۔“

(انوار العلوم جلد 1صفحہ 450-451)

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے کہ ”اللہ اپنے اس بندے سے بہت راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ بھی کھاتا ہے تو اللہ کی حمد کرتا ہے۔ پانی پیتا ہے تو اس پر بھی حمد کرتا ہے۔“

(ترمذی کتاب الدعوات)

خدا کے مقدس و محبوب رسول ﷺ نے اپنے ربّ کی چھوٹی بڑی تمام نعمتوں اور عطاؤں اور احسانوں پر شکر ادا کرنے کا جو اعلیٰ نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہمارے لئے چھوڑا ہے اس پر عمل کرنے اور اسے اپنانے کی ہمیں بھی تاکید و تلقین فرمائی ہے بلکہ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بندوں کا بھی شکریہ ادا کیا کرو۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جو شخص لوگوں کے احسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔“ (ترمذی کتاب البر والصلۃ)

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس شخص سے کوئی نیکی کی جائے تو وہ اس نیکی کرنے والے سے یہ کہے جزاک اللّٰہ خیرا اللہ تعالیٰ تجھے بہترین جزا دے۔''تو اس شخص نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔''

(ترمذی کتاب البر و الصلۃ)

رسول خدا ﷺ کی عظمت کردار اور علو شان کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہونے کے باوجود آپ کی طرز زندگی نہایت سادہ تھی جس میں ٹھاٹ باٹ یا تکلف کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ آپ تمام امراء و رؤسا، اور دنیا کے بادشاہوں کے برعکس اپنے گھر میں ایک عام انسان کی زندگی گزارتے اور گھر کے کاموں میں گھر والوں اور بیویوں کا ہاتھ بٹاتے اور ان کے لئے آسانی اور سہولت کے سامان بہم پہنچاتے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے، گھر کے کام کاج کرتے، اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کو پیوند لگا لیتے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے پیستے اگر وہ (خادم) تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم و حیا محسوس نہ کرتے۔ امیر و غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو آپ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول فرماتے۔ آپؐ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپؐ کا رہن سہن نہایت صاف ستھرا تھا۔ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسم آپؐ کے چہرے سے جھلکتا رہتا۔ آپؐ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ (خوف خدا سے) فکر مند رہتے لیکن تُرش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری یا پست ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے فیاض و سخی لیکن بے جا خرچ سے ہمیشہ بچتے تھے۔ نرم دل، رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ جمائیاں لیتے رہیں۔ کبھی حرص و طمع کے جذبہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے (بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قناعت فرماتے)

(مشکوٰۃ بحوالہ منتخب احادیث از نظارت اشاعت ربوہ ص 19-20)

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لا محال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

رسول کریم ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپؐ کے رحم و کرم اور ہمدردی و غمگساری سے خدا کے سارے بندے اور ساری مخلوق فیضیاب ہوتی۔ یہ رحمت الٰہی کا وہ سمندر تھا جو اہل و عیال، رشتہ داروں، دوستوں، دشمنوں، اپنوں، بیگانوں سب کو سیراب کرتا اور چرند پرند بے زبان جانداروں پر بھی رحمت کا یہ سحاب یکساں برستا۔ امراء و غرباء اور یتامیٰ، بیوگان، خدام و غلام سب اس ابرِ کرم سے مسلسل شاداب ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

وہ ہمدردی اور رحم و کرم کے نظارے جو مخلوق خدا نے آپؐ کے وجود باجود سے دیکھے وہ اس دنیا کے کسی لال نے اپنی ماں سے بھی نہ دیکھے ہوں گے۔

خود خالق کائنات اپنے حبیب ﷺ کی شانِ رحمت کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیآء:108)

''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔''

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (اٰل عمرٰن:160)

''پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش مانگ۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ترجمۂ قرآن کریم میں اس آیت کریمہ پر حاشیہ کے نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت کریمہ میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے نرم دل ہونے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ: 128)۔ دوسرے قطعیت سے اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ صحابہؓ کسی حرص کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ کے گرد اکٹھے نہیں تھے اور آنحضرت ﷺ اگر دنیا جہان کا خزانہ ان پر خرچ کرتے تو وہ ہرگز پروانوں کی طرح اکٹھے

نہیں ہوسکتے تھے۔'' پس آپؐ تو رحمت مجسم تھے۔

حضرت معرور بن سویدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذرؓ کو ایک خوبصورت جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ ان کے غلام نے بھی ایسا ہی جوڑا پہن رکھا تھا۔ میں نے تعجب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کے زمانے میں انہوں نے اپنے غلام کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں کے عیب بیان کرکے اسے شرم دلائی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا تم میں جہالت کی رگ ابھی باقی ہے (یعنی یہ جہالت کی حرکت ہے) یہ غلام تمہارے بھائی ہیں وہ تمہارے خدمت گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری نگرانی میں دیا ہے جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور اگر تم کوئی مشکل کام ان کے سپرد کرو تو اس کام میں خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ اور ان کی مدد کرو۔

(مسلم کتاب الایمان)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت میں رکھے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا (پہلی یہ کہ وہ) کمزوروں سے نرمی کا سلوک کرے، (دوسری یہ کہ) والدین سے (مہربانی) وشفقت سے پیش آئے اور تیسری یہ کہ اپنے مملوک (خادم اور نوکروں) سے حسن سلوک کرے۔'' (ترمذی صفة القیمۃ)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اچھے اخلاق کے مالک تھے۔۔۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے نو سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی مجھے یاد نہیں کہ کبھی آپؐ نے مجھے فرمایا ہو کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ یا تو نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں سخت باز پُرس کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر (دھوکہ بازی) وغداری کی (دوسرا وہ شخص) جس نے کسی آزاد کو پکڑ کر بیچ دیا اور اس کی قیمت لے کر کھا گیا۔ (تیسرا وہ آدمی) جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اس سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کو (طے شدہ) مزدوری نہ دی۔

(بخاری کتاب البیوع)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

(ابن ماجہ کتاب الرھون)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس سے (بیہودہ تحقیر آمیز) مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کرسکو۔

(ترمذی ابواب البر والصلۃ)

رسول کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی مخلوق اور بندوں سے ہمدردی وغمخواری دونوں اوصاف بے مثل اور اپنے اندر ہمارے لئے کامل نمونہ رکھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اعلیٰ ترین اخلاق (مکارم الاخلاق) کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (السنن الکبریٰ) لوگوں سے حسن سلوک کے بارہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ مجھے محبوب اور سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے۔ (ترمذی کتاب البر والصلۃ)

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیویوں سے حسن سلوک کے بارہ میں آپ کا ارشاد یوں بیان فرماتی ہیں کہ: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی بچوں) سے سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔ (ابوداؤد) رسول اللہ ﷺ کا والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں ایک ارشاد حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ ہے کہ

رسولؐ اللہ نے تین بار فرمایا رَغِمَ اَنفُہٗ مٹی میں ملے اس کی ناک (یعنی ایسا شخص لائق مذمت ہے اور بدقسمت ہے) جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر وہ ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوسکا۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ)

ہمسایہ سے حسن سلوک کے بارہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ پھر مہمان کے بارہ میں اسی حدیث شریف میں فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرے (فلیکرم ضیفہ) پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ خیر وبھلائی اور نیکی کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری کتاب الادب)

رسول کریم ﷺ نے اچھے اور با اخلاق انسان بنانے کے لئے ایسی

حسین اور کامل تعلیم دی ہے جس پر عمل کرنے سے معاشرہ اور گھرانے امن وسکون کا گہوارا بن سکتے ہیں اور دنیا سے فتنہ وفساد کی جڑ کٹ سکتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جس نے کسی مومن کی تکلیف اور بے چینی کو دور کیا اللہ قیامت کے روز اس کی بے چینیوں اور تکالیف کو دور کرے گا اور جس نے کسی تنگ دست کو آرام پہنچایا اور اس کے لئے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے آسانیاں مہیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد پر تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

(مسلم کتاب الذکر)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ دوسرے کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان)

حضرت ابو یوسفؓ بن عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! سلام کو رواج دو ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (اگر ایسا کرو گے) تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (ترمذی ابواب صفة القیامه)

آپؐ نے معاشرہ کے گرے پڑے اور کمزور ودرماندہ افراد کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابودرداؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''کمزوروں میں مجھے تلاش کرو کمزوروں اور غریبوں کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔'' (ترمذی کتاب الجهاد)

آپس میں ایک دوسرے کی لغزشوں اور قصوروں کو معاف نہ کرنے اور عفو ودرگزر کی بجائے معاملات کو طول دینے سے گھرانوں اور معاشرہ کا امن وسکون برباد ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص دوسرے کے قصور معاف کردیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے (اور کسی کے قصور معاف کردینے سے کوئی بے عزتی نہیں ہوتی) (عن ابی ھریرۃؓ مسند احمد)

حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی دے اور جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے تُو درگزر کرے۔

(مسند 3/438)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور (اپنے بھائی کے خلاف) جاسوسی نہ کرو، اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض وکینہ (اور دشمنی) نہ رکھو، بے رخی نہ برتو۔ جس طرح اس نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا...... ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون اس کی عزت وآبرو اور اس کا مال...... ایک اور حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑا کرو۔

(مسلم باب تحریم الظن و بخاری کتاب الادب)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے نام پر پناہ چاہتا ہے اسے تم بھی پناہ دو اور جو شخص اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو اور جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو اگر بدلہ دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کے لئے دعائے خیر ہی کرو۔ تم اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تمہیں احساس ہونے لگے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ اتار دیا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ظلماً کسی مسلمان کا حق مارلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ کی آگ مقدر کردیتا ہے اور جنت اس پر حرام کردیتا ہے اس پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اگر وہ تھوڑی سی چیز ہو تو پھر بھی؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ہاں چاہے وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم کتاب الایمان)

سرور کائنات فخر موجودات سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عظیم خلق اور مبارک اسوہ کے اس مضمون کو خاکسار رسول اللہ ﷺ کی چند دعاؤں پر

ختم کرنا چاہتا ہے۔ آنحضورﷺ کی زندگی کا ہر سانس اپنے ربّ کی محبت اور یاد میں گزرتا تھا اور آپؐ کی حیات طیبہ کا کوئی لمحہ بھی توجہ الی اللہ اور رجوع الی اللہ سے خالی نہ تھا۔ آپ ہر موقع اور ہر حالت میں اور ہر کام میں اپنے ربّ کو یاد کرتے اور اُس کی مدد اور نصرت کے طالب ہوتے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول کریمؐ کو خدا تعالیٰ پر ایسا توکل تھا کہ ہر مصیبت اور مشکل کے وقت اسی پر نظر رکھتے اور اس کے سوا ہر شے سے توجہ ہٹا لیتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ آج کل کے صوفیاء کی طرح اسباب کے تارک نہ تھے کیونکہ اسباب کا ترک گویا خدا تعالیٰ کی مخلوق کی ہتک کرنا اور اس کی پیدائش کو لغو قرار دینا ہے۔ لیکن اسباب کو مہیا کرنے کے بعد آپ بکلی خدا تعالیٰ پر توکل کرتے اور گو اسباب مہیا کرتے لیکن ان پر بھروسہ اور توکل کبھی نہ کرتے تھے اور صرف خدا ہی کے فضل کے امیدوار رہتے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ ہر ایک گھبراہٹ کے وقت فرماتے **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (بخاری جلد 2 کتاب الدعوات باب الدعا عند الکرب)**

کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ ربّ ہے بڑے تخت حکومت کا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آسمانوں کا ربّ ہے وہ زمین کا ربّ ہے۔ وہ بزرگ تخت کا ربّ ہے۔ (یعنی میرا بھروسہ اور توکل تو اسی پر ہے)۔

(سیرۃ النبیﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 496-497)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یہ بات بھی آپؐ کی عادات میں داخل تھی کہ سونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو ملا کر دعا فرماتے پھر سب بدن پر ہاتھ پھیر لیتے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:...... یعنی آپ ہر شب جب اپنے بستر پر جاتے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ملاتے پھر ان میں پھونکتے اور **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہو سکتا اپنے بدن پر ہاتھ ملتے اور ابتداء سر اور منہ اور جسم کے اگلے حصہ سے فرماتے اور تین دفعہ ایسا ہی کرتے۔ ذرا ان تین سورتوں کو باترجمہ پڑھو اور پھر سوچو کہ رسول کریمﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور غنا پر کتنا ایمان تھا۔ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے بغیر اپنی زندگی خطرہ میں سمجھتے تھے۔''

(سیرۃ النبیﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 454-455)

حضرت زیادؓ بن علاقہ آنحضورﷺ کی ایک دعا یوں روایت کرتے ہیں کہ:

اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق، برے کاموں اور بری خواہشات سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریمﷺ کی یہ دعا مروی ہے کہ: اے اللہ! میں اختلاف اور منافقت اور برے اخلاق سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عمرانؓ بن حصین بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہﷺ نے میرے والد سے جب وہ مشرک تھا یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ تو نہایت نفع بخش دعائیں تمہیں سکھاؤں گا۔ میرے والد نے مسلمان ہو کر حضور کو یہ وعدہ یاد دلایا تو رسول اللہﷺ نے یہ دعا سکھائی۔

اے اللہ رشد و ہدایت کی باتیں میرے دل میں ڈال اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا۔ (ترمذی کتاب الدعوات) حضرت شکلؓ بن حمید روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریمﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے برائیوں سے بچنے کی کوئی دعا سکھلا دیں۔ رسول اللہؐ نے میری ہتھیلی پکڑ کر یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔

اے اللہ میں اپنی سماعت اور اپنی آنکھوں اور اپنی زبان اور اپنے دل اور اپنی شرمگاہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ام معبدؓ بیان کرتی ہیں۔ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک کردے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کردے۔ بے شک تو ہی ہے جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے چھپے بھید جانتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح جامع الدعا)

حضرت شہرؓ بن حوشب نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ رسول کریمﷺ کثرت سے کونسی دعا پڑھتے تو انہوں نے درج ذیل دعا بتائی۔ حضرت ام سلمہؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ یہ دعا اتنی کثرت سے کیوں مانگتے ہیں تو رسول کریمﷺ نے فرمایا کہ: ''ہر شخص کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ وہ جب چاہے اسے بدل دے۔ (اور وہ دعا یہ ہے) اے دلوں کو پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر قائم کردے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول کریمﷺ کے اسوۂ حسنہ پر سچے دل سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہر قسم کی برکتوں اور فلاح دارین کا یہی ذریعہ ہے۔

☆......☆......☆

قسط دوم

ربط ہے جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام ٭ دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

امتہ الباری ناصر

سراج منیر سے بدر کامل کا ربط جسم و جان کا ہے۔ایک ہی منبع نور سے فیضیاب وجودوں سے پھوٹنے والی روشنی میں مماثلت ازدیاد ایمان کا باعث بنتی ہے۔حضرت صوفی عبدالرزاق کاشانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے:

'تمام انبیائے گذشتہ علوم و معارف میں امام موعودؑ کے تابع ہوں گے اس لئے کہ امام موعودؑ کا باطن دراصل محمد مصطفیٰ ﷺ کا باطن ہے '

چند حسین مثالیں پیش خدمت ہیں۔

انداز نشست میں عمومیت

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو پہلے مدینہ کی نواحی بستی قباء میں قیام فرمایا۔ مدینہ کے لوگ فرط اشتیاق سے جوق در جوق آپؐ کے دیدار کے لئے حاضر ہوئے انہوں نے آپ کو پہلے دیکھا نہیں ہوا تھا۔محفل میں سردار دو جہاںؐ کے لئے کوئی مخصوص شاندار نشست اور کوئی معین ترتیب نہیں تھی۔حضرت ابوبکرؓ عمر میں آپؐ سے چھوٹے ہونے کے باوجود بال سفید ہونے کی وجہ سے نسبتاً بڑے دکھائی دے رہے تھے۔وہ حضرت ابوبکرؓ کو ہی رسول اللہؐ سمجھتے رہے۔سورج بلند ہوا دھوپ نکلی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر سے آنحضور ﷺ پر سایہ کیا۔

(بخاری باب الھجرت)

تعظیم کے اس انداز سے لوگوں کی غلط فہمی دور ہوئی۔

نشست کے انداز میں عمومیت سے اس قسم کا ایک اتفاق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ڈیرہ بابا نانک کے دورے میں پیش آیا۔حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمعیلؓ کی تحریر ملاحظہ کیجئے

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مع چند خدام کے بابا صاحب کا چولہ دیکھنے کے لئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں ایک بڑ کے درخت کے نیچے کچھ کپڑے بچھا کر جماعت کے لوگ مع حضورؑ کے بیٹھ گئے مولوی محمد احسن صاحب بھی ہمراہ تھے۔گاؤں کے لوگ حضورؑ کی آمد کی خبر سن کر وہاں جمع ہونے لگے تو ان میں سے چند آدمی جو پہلے آئے تھے مولوی محمد احسن سے مصافحہ کر کر کے بیٹھتے گئے تین چار آدمیوں کے مصافحہ کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ ان کو دھوکا ہوا ہے اس کے بعد مولوی محمد احسن صاحب ہر ایسے شخص کو جو ان سے مصافحہ کرتا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف متوجہ کر دیتے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ یہ ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض اوقات آنحضور ﷺ کی مجلس میں بھی ایسا دھوکا لگ جاتا تھا دراصل چونکہ انبیاء کی مجلس بالکل سادہ اور ہر قسم کے تکلفات سے پاک ہوتی ہے اور سب لوگ محبت کے ساتھ باہم ملے جلے بیٹھے رہتے ہیں۔اور نبی کے لئے کوئی خاص شان یا مسند وغیرہ کی صورت نہیں ہوتی اس لئے اجنبی آدمی بعض اوقات عارضی طور پر دھوکا کھا جاتا ہے''

کھانے میں برکت

فروری مارچ 627ء شوال 5 ہجری کفار مکہ نے اردگرد کے قبائل کو ملا کر کثیر لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف پیش قدمی شروع کی تو آنحضور ﷺ نے اپنے دفاع کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینے کے گرد خندق کھودنے کا کام شروع کروایا یہ شدید محنت طلب کام تھا۔سخت سردی میں دن رات کام کرنے سے صحابہ کرامؓ نڈھال ہو گئے اس کام میں مصروفیت سے معمول کی رزق کمانے کی کوششیں بھی معطل تھیں بھوک پیاس برداشت کر کے کام کرنا بہت مشکل تھا ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کی جسمانی اور روحانی ضیافت کا انتظام فرمایا۔ایک ایمان افروز واقعہ پڑھئے۔

''ایک مخلص صحابی جابر بن عبداللہؓ نے آپؐ کے چہرہ پر بھوک کی وجہ سے کمزوری اور نقاہت کے آثار دیکھ کر آپؐ سے اپنے گھر جانے کی اجازت لی اور

گھر آ کر اپنی بیوی سے کہا آنحضرت ﷺ کو بھوک کی شدت سے سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے۔کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ ہاں کچھ جَو کا آٹا اور ایک بکری ہے جابرؓ کہتے ہیں میں نے بکری کو ذبح کیا اور آٹے کو گوندھا اور پھر اپنی بیوی سے کہا تم کھانا تیار کرو میں جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ تشریف لے آئیں بیوی نے کہا مجھے ذلیل نہ کرنا کھانا تھوڑا ہے رسول اللہؐ کے ساتھ زیادہ لوگ نہ آئیں جابرؓ کہتے ہیں کہ میں گیا اور میں نے آہستگی سے آنحضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس کچھ گوشت اور جَو کا آٹا ہے جن کے پکانے کے لئے میں اپنی بیوی کو کہہ آیا ہوں آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئیں اور کھانا تناول فرمائیں۔آپؐ نے فرمایا کھانا کتنا ہے میں نے عرض کیا کہ اس اس قدر ہے۔آپؐ نے فرمایا بہت ہے پھر آپ نے ادھر ادھر نگاہ ڈال کر بلند آواز سے فرمایا

اے مہاجرین وانصار کی جماعت! چلو جابر نے آپ کی دعوت کی ہے چل کر کھانا کھالو اس آواز پر کوئی ایک ہزار فاقہ مست صحابی آپ کے ساتھ ہولئے۔آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا تم جلدی جلدی جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آلوں ہنڈیا چولہے سے نہ اتارے اور نہ ہی روٹیاں پکانی شروع کرے۔جابرؓ نے جا کر اپنی بیوی کو اطلاع دی اور وہ بیچاری سخت گھبرا گئی کہ کھانا تو چند آدمیوں کا اندازہ ہے اور آ رہے ہیں اتنے لوگ! اب کیا ہوگا مگر آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچتے ہی بڑے اطمینان کے ساتھ ہنڈیا اور آٹے کے برتن پر دعا فرمائی اور پھر فرمایا اب روٹیاں پکانا شروع کردو اس کے بعد آپ نے آہستہ آہستہ کھانا تقسیم فرمانا شروع فرمادیا جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے کہ اسی کھانے میں سب لوگ سیر ہو کر اٹھ گئے اور ابھی ہماری ہنڈیا اسی طرح ابل رہی تھی اور روٹیاں اسی طرح پک رہی تھیں'

(بخاری کتاب المغازی حالات غزوۂ احزاب)

(استفادہ از سیرۃ خاتم النبیینؐ جلد دوم از ہادی علی چودھری ص 576)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات سے ایسی ہی برکات وفیوض کا سلسلہ جاری ہوا

'ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی مہمان اور آ گئے۔اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آ گئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے صرف ان چند مہمانوں کے لئے پکایا گیا تھا جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا مگر زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کیا جاوے میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔حضرت صاحب نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں تم زردے کا برتن میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت صاحب نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردے میں داخل کردیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکال دو خدا برکت دے گا چنانچہ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ زردہ سب کے واسطے آیا سب نے کھایا پھر بھی کچھ بچ گیا..'

(سیرۃ المہدی ص 133، 134)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی والدہ صاحبہ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے معجزاتی برکت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے بیان فرمایا

ایسے واقعات بارہا ہوئے ہیں۔۔۔کہ تھوڑا کھانا تیار ہوا پھر مہمان زیادہ آ گئے مثلاً پچاس کا کھانا تیار ہوا تو سو آ گئے لیکن وہی کھانا حضرت صاحب کے دم سے کافی ہو جاتا رہا۔پھر حضرت والدہ صاحبہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحب کے واسطے ایک مرغ لایا۔میں نے حضرت صاحب کے واسطے اس کا پلاؤ تیار کرایا اور وہ پلاؤ بس اتنا ہی تھا کہ بس حضرت صاحب کے واسطے تیار کروایا تھا مگر اسی دن اتفاق ایسا ہوا کہ نواب صاحب نے اپنے گھر میں دھونی دلوائی تو نواب صاحب کے بیوی بچے ادھر ہمارے گھر آ گئے اور حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔میں نے کہا کہ چاول تو بالکل ہی تھوڑے ہیں صرف آپ کے واسطے تیار کروائے تھے۔حضرت صاحب نے فرمایا چاول کہاں ہیں پھر حضرت صاحب نے چاولوں کے پاس آ کر ان پر دم کیا اور کہا اب تقسیم کردو۔والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ان چاولوں میں ایسی برکت ہوئی کہ نواب صاحب کے سارے گھر نے کھائے او پھر بڑے مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحب) اور مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی بھجوائے

گئے اور پھر قادیان میں کئی لوگوں کو دئے گئے اور پھر چونکہ وہ برکت والے چاول مشہور ہوگئے تھے اس لئے کئی لوگوں نے آ آ کر ہم سے مانگے اور ہم نے سب کو تھوڑے تھوڑے تقسیم کئے اور وہ سب کے لئے کافی ہوئے۔

(سیرۃ المھدی ص 134 ' 135)

کیا احسان کی جزا احسان کے سوا بھی ہو سکتی ہے؟

(الرحمٰن :60)

'مکہ میں مسلمانوں پر مسلسل ظلم وستم سے عرصہءِ حیات تنگ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ہجرت کے لئے ارضِ حبشہ کے انتخاب کی وجہ کیا تھی: حبشہ کا بادشاہ نجاشی مسلم نہیں تھا لیکن اس میں ایسی صفات موجود تھیں جو اسلام کی تعلیم سے مطابقت رکھتی تھیں وہ رحم دل اور عادل تھا آپؐ کو توقع تھی کہ مسلمان وہاں نسبتاً سکون سے رہیں گے۔اس لئے آپؐ نے اُس کا انتخاب فرمایا۔اور اس کی تعریف سے نوازا۔

تم لوگ حبشہ چلے جاؤ کیونکہ وہاں پر ایسا بادشاہ ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ ارضِ حق یعنی سچائی والی زمین ہے'

(سیرۃ ابنِ ھشام جلد اول صفحہ 321)

دوسرے آپؐ نے ایران کے بادشاہ نوشیرواں کی تعریف فرمائی اس کی وجہ اس کا عدل تھا۔

'پیغمبر اسلام نے نوشیرواں عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے'

تحریر علی الحائری شیعہ عالم

(موعظہ تحریف قرآن ص 72 از علی الحائری 1932)

ان دونوں غیر مسلم بادشاہوں سے آپؐ نے کوئی مالی منفعت حاصل نہیں کی۔ جہاں اچھائی دیکھی تعریف فرمائی۔آپؐ کا غیر مسلم مگر عادل رعایا کی سلطنت میں ہونے کا مدح اور فخر سے ذکر فرمانا آپؐ کی ذات کے غیر جانبدار عادل ہونے کی بہت بڑی مثال ہے۔

یہاں حسنِ خلق کی قدردانی کی ایک دلفریب مثال کے طور پر ایک واقعہ مختصراً پیش ہے۔قبیلہ طے کے کچھ جنگی قیدی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے جن میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر آپؐ سے پوچھا

آپ جانتے ہیں میں کون ہوں

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا نہیں میں نہیں جانتا

اس لڑکی نے کہا میں اس باپ کی بیٹی ہوں جس کی سخاوت کے ذکر سے سارا عرب گونج رہا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا اس کا باپ محسن تھا اور وہ دنیا کے ساتھ نیکی کا سلوک کرتا تھا ہم ایسے باپ کی لڑکی کو قید کرنا نہیں چاہتے چنانچہ آپؐ نے اسے آزاد کر دیا۔ اور اس کی درخواست پہ اس کے سارے قبیلے اور مفرور بھائی کو بھی آزادی عطا فرمائی۔

حاتم طائی کا اسلام پر کوئی احسان نہیں تھا وہ صرف اپنے علاقہ میں سخاوت کے لئے مشہور تھا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی جماعت کے لئے اس نے کوئی کام نہیں کیا تھا۔آپؐ نے صرف اس وجہ سے کہ وہ غریبوں پر احسان کیا کرتا تھا اس کے سارے قبیلے کو معاف کر دیا۔آپؐ نے فرمایا۔ہم ایسے شخص کی قوم کو قید نہیں کر سکتے جو اپنی زندگی میں غریبوں پر احسان کیا کرتا تھا۔

(تلخیص از تفسیر کبیر جلد 10صفحہ 347)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بھی حسنِ اخلاق کے قدردان تھے۔ جہاں مخلوق کی بھلائی کے لئے کارِ خیر دیکھتے اس کی قدر فرماتے۔

آپؑ کے عہد مبارک سے پہلے برصغیر پر سکھوں کا راج تھا جو اسلام کے مخالف تھے اور دشمنی میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ آواز اذاں کی بھی برداشت نہ تھی مساجد پر بے جواز قبضہ کرنا اپنا حق سمجھتے تھے۔ Sir Lepal Griffin کی 'رنجیت سنگھ' نامی کتاب جو کہ 'S Chand & Co.' کی طرف سے دہلی میں شائع ہوئی، اس کے صفحہ 84 پر لکھا ہے "اس زمانے میں سکھ فوج کو باقاعدہ تنخواہ کا کوئی نظام نہیں تھا۔وہ اپنے گرو سے اجازت لے کر کوئی نہ کوئی شہر لوٹتے تھے۔جب تک ذاتی دفاع کی طاقت نہ ہو تو نہ کسی کی زمین، گھوڑا یہاں تک کہ بیوی بھی محفوظ نہیں تھی"۔

اس کے برعکس انگریزوں نے انصاف کا بول بالا کیا جس سے معاشرتی گھٹن سے نجات اور مذہبی آزادی حاصل ہوئی۔کسمپرسی کی حالت میں رہنے سے کمزور مسلمانوں کی دینی حمیت کو بھی نقصان پہنچا تھا انگریزوں کی انصاف پسندی دیکھ کر مختلف ادیان سے لوگ اور عام مسلمان حتّٰی کہ بعض علمائے اسلام بھی

عیسائیت میں پناہ ڈھونڈنے لگے ایسے مذہب تبدیل کرنے والے مرتدین سے عیسائیوں کی تعداد ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ ان لوگوں نے نہ صرف مذہب تبدیل کیا بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ قرآن پاک اور اسلامی شعائر کی بے حرمتی اور گستاخی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور انگریز حکومت کی خوشامدانہ تعریف و توصیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مالی فوائد کی بھیک بھی مانگی۔ ان حقیقی گستاخ مرتدین نے اسلام پر معاندانہ حملے کئے۔ جبکہ حضرت اقدسؑ نے حکومت کی اعتدال پسندی کی اعتدال کے ساتھ تعریف فرمائی۔

''یہ حکومت اگرچہ ایمانی فضیلتوں اور برکتوں کو اپنے ساتھ نہیں رکھتی تاہم ہیرو ڈلیس کے عہدِ حکومت سے جس کے ساتھ مسیح ابن مریم کا واسطہ پڑا تھا بدرجہا بہتر اور حال کی اسلامی ریاستوں سے بلحاظ امن اور عام رفاہیت کے پھیلانے اور آزادی بخشنے اور حفاظت اور تربیت رعایا اور انتظام قانون معدلت اور سرکوبی مجرموں کے بدرجہا افضل ہے۔''

(فتح اسلام روحانی خرائن جلد 3 ص 14'15 حاشیہ)

اپنی اس قدر دانی کی توجیہہ آپؑ کے الفاظ میں

''یہ دعا گو جو دنیا میں عیسیٰ مسیح کے نام سے آیا ہے اسی طرح وجود ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند اور ان کے زمانے پر فخر کرتا ہے جیسا کہ سید الکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نوشیرواں عادل کے زمانہ سے فخر کیا تھا''

(تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 255)

'یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے نیچے ہیں جو ان تمام عیوب سے پاک ہے یعنی سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے جس کو مذہب کے اختلاف سے کوئی اعتراض نہیں۔ جس کا قانون ہے کہ ہر اہل مذہب آزادی سے اپنے مذہبی فرض ادا کرے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ہماری تبلیغ ہر جگہ پہنچ جاوے اس لئے اس نے ہم کو اس سلطنت میں پیدا کیا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ نوشیرواں کے عہد پر فخر کرتے تھے اسی طرح پر ہم کو اس سلطنت پر فخر ہے۔ یہ قاعدے کی بات ہے کہ مامور چونکہ عدل اور راستی لاتا ہے اس لئے اس سے پہلے کہ وہ مامور ہو کر آئے عدل اور راستی کا اجرا ہونے لگتا ہے۔'

(لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 268)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

'اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور حدیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا'

(براھین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 316)

خلاصہ کلام یہ کہ جس کام کا محرک قرآن شریف اور احادیث نبوی ہوں جو خود آنحضرت ﷺ نے کیا ہو اور جس میں کوئی مالی طمع یا منافع کی لالچ نہ ہو اس پر اگر کم نظر معاند معترض ہوں تو اس کی کوئی اہمیت نہیں

سراجِ منیر اور اس سے بدرِ کامل میں منعکس ہونے والی روشنی پھیلتی رہے گی

☆......☆......☆

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور (اپنے بھائی کے خلاف) جاسوسی نہ کرو، اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض و کینہ (اور دشمنی) نہ رکھو، بے رخی نہ برتو۔ جس طرح اس نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا...... ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون اس کی عزت و آبرو اور اس کا مال ...... ایک اور حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑا کرو۔

(مسلم باب تحریم الظن و بخاری کتاب الادب)

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جو شخص دوسرے کے قصور معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے (اور کسی کے قصور معاف کر دینے سے کوئی بے عزتی نہیں ہوتی)

(عن ابی ھریرہؓ مسند احمد)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام

بیماری۔ وفات۔ تجہیز و تکفین

نور الحق خان۔ کولمبس، اوہائیو

جب کبھی کوئی محبوب ہستی اس دُنیا سے رُخصت ہو جاتی ہے تو اسکے دلی محبوں کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ اسکی زندگی کے آخری دنوں کے حالات و کیفیات معلوم کر کے اُنہیں اپنی یادوں میں محفوظ رکھیں اور جہاں تک ہو سکے اسکی آخری خواہشوں اور ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ ذیل کا مضمون بھی اسی طبعی جذبہ کے اظہار کے تحت لکھا گیا ہے۔

ذوالقعدہ 9 ہجری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرتؐ پر حج کی فرضیت اور اس سے متعلقہ احکامات نازل ہو چکے تھے۔ اس مہینے کے آخری دنوں میں آنحضرتؐ کے ارشاد پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرکردگی میں مسلمان حج بیت اللہ کی ادائیگی کیلئے ایک قافلہ کی صورت میں مکہ کیلئے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف نہ لے گئے۔ قافلہ کی روانگی کے چند دن بعد ہی سورہ براء (سورۃ توبہ) کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا جس میں مشرکین مکہ سے کئے گئے عہد سے بیزاری کا ارشاد خداوندی ہوا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو مکہ روانہ فرمادیا تا وہ ان احکامات کو حضرت ابوبکرؓ تک پہنچائیں۔ اور اسی کے مطابق دوران حج اعلان عام کردیں۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے یوم النحر جُمرۃ العقبیٰ کے پاس اعلان کردیا۔ اسطرح مسلمانوں کا پہلا حج حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں مارچ 631ء میں ہوا۔

اس سے اگلے سال یعنی 10 ہجری میں ماہ ذوالقعدہ کا آخر ہو رہا تھا کہ آنحضرتؐ نے حج بیت اللہ کی ادائیگی کا قصد فرمایا۔ اس وقت تک حضورؐ خود حج نہ کر سکے تھے اگرچہ اس سے قبل (بعد از ہجرت) دو مرتبہ صرف عمرہ کر سکے تھے۔ پہلے 7 ہجری یعنی صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد اور پھر 8 ہجری میں جب فتح مکہ ہوئی۔ آنحضرتؐ کے حج پر جانے کے ارادہ کی خبر پاتے ہی دُور ونزدیک سے عُشاقِ رسول جوق در جوق مدینہ پہنچنا شروع ہو گئے اور مکہ تک پہنچتے پہنچتے یہ قافلہ ایک لاکھ سے بھی زائد افراد پر مشتمل ہو گیا۔ آنحضرتؐ 25 ذوالقعدہ 10 ہجری مع سب ازواج مطہرات کے مدینہ سے مکہ کی جانب برائے حج روانہ ہوئے۔ آپ نے رات ذوالحلیفہ میں گزاری۔ اگلی صبح کو سب مردوں نے احرام پہنے اور تلبیہ کہنا شروع کر دیا (لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔۔۔) راستہ بھر جہاں بھی نمازیں ادا کی جاتیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ۔تحمید و تکبیر سے صحراء وادیاں اور میدان گونج اُٹھتے۔ اور یُوں یہ عظیم الشان و بے نظیر قافلہ 4 ذوالحجہ کو مکہ پہنچا۔ جن کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے اُن سب نے عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیئے۔ مگر آنحضرتؐ کے پاس چونکہ قربانی کے جانور موجود تھے جن کی قربانی کرنی تھی اس واسطے احرام ہی میں رہے۔ اسی طرح جن کے پاس قربانی مہیا تھی وہ بھی محرم رہے۔

8 ذوالحجہ یوم ترویج سورج نکلنے پر صبح کو منیٰ پہنچے۔ وہاں رات بسر کی اگلی صبح 9 ذوالحجہ بعد نماز فجر سورج نکلنے کے بعد اپنی اونٹنی قسوہ پر میدان عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر کوہ عرفات پر تشریف لے گئے۔ آپ کے اردگرد ہزارہا انسان تلبیہ اور تکبیرات کہنے میں مصروف تھے۔۔ کوہ عرفات کے مشرق کی طرف نمرہ نامی جگہ پر آنحضرتؐ کا خیمہ نصب ہوا۔ سورج ڈھلنے پر آپ اونٹنی پر وادی عرانہ پہنچے اور اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے حجۃ الوداع کا خطبہ بلند آواز میں ارشاد فرمایا۔ حضرت ربیعہ بن امیہ بن خلف فقراتِ نبوی کو کافی اونچی آواز میں دُہراتے تھے۔ یہ بے نظیر اور معرکۃ الآراء خطبہ بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں ہوسکتا۔ اسی خطبہ میں آنحضرتؐ نے اپنی قربِ وفات کا بھی اشارہ فرمادیا۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ اونٹنی سے اُتر آئے اور پھر کچھ دیر بعد آپ نے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اس کے بعد آپ الصخرات پہنچے اور اونٹنی پر بیٹھے تازہ وحی الٰہی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ---(المائدۃ: 4) سنائی۔ یہ سب سے آخری وحی قرآن کی خیال کی جاتی ہے۔ بعدۂ عرفات سے رخصت ہوکر آپ نے رات واپسی کے سفر پر مزدلفہ میں بسر کی۔ صبح کو مشعر الحرام گئے اور نماز فجر ادا کی۔ پھر منیٰ میں واپس تشریف لے آئے۔ رمی الجمار فرمائی۔ پھر 63 اونٹ اپنی طرف سے قربان کئے۔ اور حضورؐ کے باقی اونٹ اور اپنے بھی حضرت علیؓ نے قربان کئے پھر آنحضرتؐ نے سر منڈھایا۔ غسل فرمایا اور احرام کھول دیا۔ 13 ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد آپ منیٰ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں رات وادی محصب میں بسر کی۔ 14 ذوالحجہ کو مکہ پہنچ کر طواف وداع فرمایا اور پھر مدینہ کے واپسی سفر پر روانہ ہوگئے۔ 19 ذوالحجہ کے روز آپ مدینہ میں واپس تشریف فرما ہوئے۔ اسکے بعد مدینہ میں اپنی وفات تک کُل 83 دن زندہ رہے۔

لشکرِ اسامہؓ کی تیاری

جب رمضان 8 ہجری میں فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ مع صحابہؓ مدینہ واپس تشریف لے آئے تو جزیرہ نما عرب میں اسلام غالب آ گیا تھا۔ دلوں میں خدائے واحد کی حکومت گھر کر گئی تھی۔ خوف وہراس کی جگہ امن نے لے لی تھی۔ تاہم مدینہ کے شمال میں رُومی سلطنت کی ریشہ دوانیاں سر نکال رہی تھیں۔ اور عرب سے ملک بدر کئے گئے قبائل ان کے ساتھ مل کر شام وفلسطین سے شمالی سرحد سے حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر آنحضرتؐ نے ضروری سمجھا کہ مملکت اسلامی کی شمالی سرحد کو مضبوط ومحفوظ کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس امر کے پیشِ نظر رجب 9 ہجری میں آنحضرتؐ نے مسلمانوں کا ایک لشکر تیار فرمایا اور بنفسِ نفیس اسکی قیادت فرمائی اور شمال کی طرف مقام تبوک تک تشریف لے گئے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی پیش قدمی کی خبر پا کر رومی فوجیں اندرون ملک پسپا ہوگئیں اور مقابل پر نہ آئیں۔ آنحضرتؐ مع صحابہ کرام واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

مگر اب حجۃ الوداع کے بعد آنحضرتؐ اور صحابہ مدینہ واپس تشریف لے آئے تو آنحضورؐ کو علم ہوا کہ رومی فوجیں پھر سے حملہ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ تب آپؐ نے مسلمانوں کا ایک لشکر تیار کیا جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے عظام صحابہ کرام شامل ہوئے۔ آپؐ نے اس لشکر کی قیادت حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کے ہاتھ دی جن کے والد حضرت زیدؓ اس سے قبل جنگ موتہ (شام وفلسطین) میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت اسامہؓ کی عمر اس وقت کوئی بیس سال کی تھی۔ کئی لوگ کہتے تھے کہ آپؐ نے ایک نو عمر لڑکے کو بڑے بڑے مہاجرین کا سردار بنا دیا ہے

آنحضرتؐ نے اسامہؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ بلقاء (فلسطین) جائیں اور وہاں جنگ میں فتح ملنے پر جلد واپس آ جائیں۔ چنانچہ 26 صفر 11 ہجری لشکر مدینہ سے باہر نکل کر مقام جرف پر اکٹھا ہوکر تیاری میں مصروف ہوگیا مگر چند دنوں کے بعد ہی آنحضرتؐ کی تشویشناک علالت کے باعث فوج کی روانگی ملتوی کر دی گئی۔

مرض کی ابتداء

کچھ دنوں سے آنحضرتؐ کو قلتِ نیند کی شکایت تھی۔ اس موسم ماہِ مئی میں دن لمبے اور گرم مگر راتیں نسبتاً چھوٹی اور ٹھنڈی تھیں۔ ایک رات (28/29 صفر 11 ہجری پیر اور منگل کی درمیانی رات مطابق 25 مئی 632ء کی رات) آنحضرتؐ نے اپنے خادم ابومویہبہ کو فرمایا کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اہلِ بقیع کے حق میں دعائے مغفرت کروں۔ کیا تم میرے ساتھ جانا پسند کرو گے۔ آنحضرتؐ ابومویہبہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے باہر مسلمانوں کے قبرستان بقیع الغرقد تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آنحضورؐ صحابہ کی قبروں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے اہلِ قبور تم پر سلامتی ہو۔ جس حال میں تم ہو وہ تمہیں مبارک رہے۔ اور یہ حالت اس حالت سے بہت بہتر ہے جس میں دنیا کے لوگ رہتے ہیں اور جن پر اندھیری رات کی طرح فتنے آنے والے ہیں۔ اُن کا آخر اُن کے اوّل سے کمتر ہوگا اور آخر کا فتنہ اوّل کے فتنہ سے بدر جہا بڑھ کر ہوگا۔ اہل قبور پر دعا کرنے کے بعد اور واپس پلٹنے سے پہلے آنحضورؐ ابومویہبہ کی طرف رجوع ہوئے اور فرمایا کہ اے ابومویہبہ مجھے دنیا و مافیہا کی چابیاں دی گئی ہیں اور مجھے جنت اور اللہ کی ملاقات کی پیشکش بھی کی گئی ہے اور مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ ان دونوں (یعنی دنیا و مافیہا اور جنت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات) میں سے جسے چاہوں اختیار کرلوں۔ ابومویہبہ نے عرض کیا کہ اے میرے آقا میں آپ پر قربان۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپؐ دنیا و مافیہا اور جنت دونوں کو اپنے پاس رکھ لیں؟ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا: نہیں! ابومویہبہ۔ بخدا میں نے تو جنت اور اپنے ربّ سے ملاقات کو اختیار کیا ہے۔

قبرستان سے دعائے مغفرت سے فارغ ہوکر آنحضرتؐ واپس اپنے گھر تشریف لے آئے آپکی طبیعت کچھ ناساز ہوئی اور آپ نے اپنے سر میں درد

محسوس کیا۔ اس دن حضرت میمونہ کے گھر آپکی باری تھی۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ مرض بڑھتا رہا مگر جبتک آپ میں طاقت تھی آپ نے اپنی بیویوں کی باری میں فرق نہ آنے دیا اور حضرت میمونہؓ کی باری کے بعد بھی پانچ دن تک باری باری ہر بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ اگلی صبح 29 صفر 11 ہجری بروز منگل آنحضرتؐ کی طبیعت سر درد اور بخار کی وجہ سے ناساز رہی۔ سر درد کا دورہ اور بخار روز بروز شدت اختیار کرتے گئے اور یہ حالت وصال تک رہی۔

آنحضرتؐ کی اچانک اور شدید بیماری کے پیش نظر حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کو ملتوی کر دیا گیا۔) اُسی صبح کو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ آپکی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے کہہ رہی ہیں ’’ہائے میرا سر درد‘‘۔ آنحضرتؐ کو چونکہ خود سر درد شروع ہو چکا تھا فرمانے لگے کہ ’’اے عائشہؓ میرا اپنا سر درد بھی‘‘۔ حضرت عائشہؓ اپنے سر درد کی شکایت کرتی رہیں آنحضرتؐ نے اُنہیں فرمایا کہ اے عائشہؓ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو کچھ بُرا نہ ہوگا۔ کیونکہ تب تو میں خود تمہارا جنازہ پڑھاؤنگا اور تمہاری تدفین کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے چڑ کر کہا کہ ایسی خوش قسمتی کسی دوسرے کے حصہ میں آنے دیجئے۔ کیونکہ اگر میں مر گئی تو آپ کو تو دوسری بیویاں میسّر ہی ہوں گی۔ آنحضرتؐ مسکرا دیئے۔ پھر اپنی تکلیف کے بڑھ جانے کے باعث آپؐ نے گفتگو کو مزید طول نہ دیا۔ آپ کھڑے ہو گئے اور حسب دستور اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں اُنہیں ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔

اپنی بیماری کے باوجود آنحضرتؐ نہ تو بستر پر دراز ہوئے اور نہ ہی آپ نے روزمرہ کے کاموں کو چھوڑا۔ بیماری کے پہلے دس دنوں تک مسجد میں نمازیں بھی پڑھاتے رہے۔ نیز اپنی ازواج مطہرات سے حسب دستور خوش طبعی سے گفتگو فرماتے رہے۔ اور ان کے ہاں باری باری قیام فرماتے رہے۔

4 ربیع الاول یعنی بیماری کے چھٹے روز آپؐ حضرت میمونہ کے گھر میں تھے آپ کی سر درد کا دورہ پھر زیادہ شدت اختیار کر گیا جو نا قابل برداشت حد تک تھا۔ آپ نے سر کپڑے سے باندھ رکھا تھا آپ نے اپنے تمام اہل خانہ کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ بہتر ہوگا اگر مجھے عائشہ کے گھر میں رکھ کر میری تیمارداری کی جائے۔ تمام ازواج اسی بات پر متفق ہو گئیں۔ آپ حضرت میمونہؓ کے گھر سے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے ان کا کندھا پکڑے ہوئے بمشکل چل کر حضرت عائشہؓ کے گھر آ گئے اور بستر پر لیٹ گئے۔ آپ وفات تک حضرت عائشہؓ کے گھر میں مقیم رہے۔ بیماری کے ابتدائی دنوں میں آنحضورؐ کا بخار اتنا تیز رہا کہ آپکو یوں محسوس ہوتا تھا گویا جسم میں آگ لگی ہوئی ہو۔ پھر بخار سے کچھ افاقہ محسوس ہونے لگا۔ تاہم اس دوران آنحضرتؐ باوجود نقاہت کے مسجد میں آ کر نمازیں پڑھاتے رہے۔ شدت درد کی وجہ سے سر مبارک کو کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ جب کمزوری انتہاء کو پہنچی تو مسجد نہ جا سکتے تھے۔ سب سے آخری نماز 8 ربیع الاول کی مغرب کی نماز ہے (4 جون 632ء بروز جمعرات) جو آنحضورؐ نے پڑھائی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کی زندگی میں بقیہ 17 نمازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائیں۔

خیبر فتح ہونے کے بعد ایک یہودی عورت زینب بنت حرث زوجہ سلام بن مشکم نے بکری کا بُھنا ہوا زہر آلود گوشت رسول کریمؐ کو پیش کیا تھا۔ آپؐ نے ایک بوٹی لے کر منہ میں ڈالی تو اُگل دی مگر بشر بن براءؓ نے ایک بوٹی چبا کر نگل لی اور وہ اس سے فوت ہو گئے۔ مگر آنحضرتؐ سلامت رہے۔ ایک دن آنحضرتؐ کی مرضِ وفات میں عیادت کیلئے بشر بن براء کی بہن آئیں تو آپ نے اسے فرمایا اے بشر کی بہن یہ مرض جو مجھ کو ہے اس میں اپنی رگوں کو اس نوالہ کے اثر سے ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جو میں نے خیبر میں تمہارے بھائی بشر بن براء کے ساتھ کھایا تھا۔

اس اثناء میں آپؐ کے کانوں نے یہ سننا شروع کیا کہ بعض لوگوں کو یہ خدشہ ہے کہ ایک نوجوان یعنی اسامہ بن زیدؓ کو اکابر مہاجرین وانصار کے ہوتے ہوئے شام کی مہم کے لشکر کا قائد بنایا گیا ہے۔ اپنی گرتی ہوئی صحت اور بڑھتی ہوئی تکلیف کے باوجود آپ نے ضروری سمجھا کہ اس بارے میں مسلمانوں سے خطاب کیا جائے۔

اپنے بخار کی شدّت کو کم کرنے کیلئے 7 ربیع الاول بروز بدھ آنحضرتؐ نے اپنی ازواج اور خدام سے فرمایا کہ شہر کے مختلف کنوؤں سے پانی کی مشکیں بھر کر لائی جائیں اور آپ کے جسم پر انڈیلی جائیں تا کہ آپ غسل کر کے لوگوں میں جائیں اور اُن سے خطاب کریں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا آنحضرتؐ کو حضرت حفصہؓ کے ایک بڑے طشت میں بٹھا کر اوپر سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ جب غسل فرما چکے تو فرمایا بس اب ٹھہر جاؤ۔ اسکے بعد آپ نے کپڑے زیب تن فرمائے۔ اپنے سر مبارک کو کپڑے کی پٹی سے باندھا اور پھر اپنے آپ کو مسجد میں جا کر نماز ظہر ادا کرنے کے قابل پا کر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔

پھر منبر پر تشریف لائے۔مگر دوسری سیڑھی سے اوپر نہ چڑھ سکے اور بیٹھے بیٹھے خطبہ ارشاد فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی تحمید کی پھر شہداء احد کیلئے مغفرت کی دعا دیر تک فرماتے رہے بعد ازیں مجمع سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے لوگو اسامہ کی سرکردگی میں جہاد کی مہم میں حصہ لو۔تم لوگوں کی اسکے قائد لشکر بنائے جانے کے متعلق شکایت ویسی ہی ہے جیسے اس سے پہلے اسکے باپ (زید بن حارثہؓ) کے بارے میں تھی۔ بخدا اسامہ قیادت کیلئے اتنا ہی قابل ہے جتنا اسکا باپ تھا۔ پھر آنحضرتؐ چند لمحات کے لئے خاموش ہوگئے اور مسجد میں بھی سناٹا چھا گیا۔

اسکے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا اس دنیا میں اگر کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو بہتر ہے کہ وہ اس کا تدارک اس دنیا میں ہی کر دے تا آخرت میں پچھتاوا نہ رہے۔ اگر مجھ سے کسی کے بارے میں زیادتی ہوگئی ہو تو اسے چاہیئے کہ آگے آکر مجھے بتائے تا اسکا تدارک ہو سکے۔ اے لوگو اگر میں نے کبھی کسی کی کمر پر کوڑا لگایا ہو تو وہ آگے آکر مجھے کوڑا لگائے۔ اگر میں نے کسی کی بے عزتی کی ہو تو وہ آکر اپنا غصہ نکال لے۔ اگر میں نے کسی سے کوئی مال چھینا ہو تو اسے چاہیئے کہ آگے آئے اور اپنا مال مجھ سے واپس لے لے۔ اگر کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس پر زیادتی ہوئی ہو وہ مجھ سے بلا خوف سامنے آئے اور اپنا بدلہ وصول کر لے۔ صرف ایک آدمی آگے آیا اور عرض کیا کہ اسکے تین درہم آنحضرتؐ کے ذمہ رہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی طرف سے اسی وقت یہ رقم ادا کر دی گئی۔ پھر آپ نے فرمایا خدا یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اس میں یہ نصیحت تھی کہ آپکی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنایا جائے۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد آنحضرتؐ نے پھر مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیا اس شخص نے ٹھیک نہیں کیا کہ جب اسے اللہ کی طرف سے اختیار دیا گیا کہ چاہو تو یہ دنیا اور اسکی دولت و استراحت لے لو یا آخرت یا بہترین الفاظ میں اللہ کی ملاقات اور اسکی جنت۔ تو اُس نے اپنے لئے آخری بات کو چُن لیا؟

پھر آنحضرتؐ نے خاموشی اختیار کی اور مسجد میں سناٹا چھا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی دُور رس نظر نے بھانپ لیا کہ آنحضرتؐ تو یہ بات خود اپنے متعلق فرما رہے ہیں۔ اور آپ ہم سے اپنی ہمیشہ کی جدائی کی باتیں کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ کے اس سچے عاشق زار کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور انتہائی کرب سے آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ہم سب اپنی اور اپنی اولاد کی زندگیاں آپ کیلئے دینے کیلئے تیار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے آہستگی سے فرمایا زہے ابوبکر بیٹھ جایئے۔ پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ مسجد میں آنے کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے اس دروازہ کے جو ابوبکر کے گھر کی طرف کُھلتا ہے۔ اس پر فوراً عمل درآمد کر دیا گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اے ابوبکر میں کسی کی رفاقت کو تمہاری رفاقت پر ترجیح نہیں دے سکتا ساری دنیا میں سے مَیں صرف ابوبکر کو اپنی مستقل دوستی اور دائمی رفاقت کیلئے چُنوں گا۔ مجھے اسکی دوستی اور رفاقت اسکے حقیقی ایمان کی وجہ سے ہے اور اس وقت تک جاری رہے گی جب اللہ تعالیٰ پھر ہم کو ملا دے گا پھر فرمایا حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں کی ہے۔ اور وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔

اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ اور اے پیغمبر خدا کی پھوبھی صفیہ! خدا کے ہاں کیلئے کچھ کرو میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔

اسکے بعد آپ منبر سے اتر کر حضرت عائشہؓ کے گھر روانہ ہوگئے۔ جاتے جاتے پھر مُڑ کر فرمایا: اے مہاجرین! انصار سے حسن سلوک رکھنا۔ جماعت مسلمین دن بدن زیادہ بڑی ہو رہی ہے مگر انصار کی تعداد اتنی ہی رہے گی۔ انصار میرے اپنے لوگ ہیں۔ یہ میرے معتمدین ہیں جن کے ہاں میں نے پناہ لی۔ ان کے بھلے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ نیکوں کو نیک اجر دینا اور جو بَد ہیں اُن سے درگزر کرنا۔

حضرت عائشہؓ کے گھر واپس پہنچنے تک آپؐ اس تمام کارروائی سے تھک کر چُور ہو گئے تھے اور آپ پر درد کی شدّت ہوئی کہ آپ پر غشی کی سی حالت طاری ہوگئی۔ آپ کی سب ازواج اور مسلمان عورتیں جن میں اسماء بنت عمیس بھی تھیں رسولؐ اللہ کے پاس جمع ہوگئیں۔ حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔ اس سے اگلے روز 8 ربیع الاول بروز جمعرات آنحضرتؐ نے فجر۔ ظہر۔ عصر اور مغرب کی نمازیں مسجد میں پڑھائیں۔ مغرب کی آپکی آخری نماز تھی جو آپ نے مسجد میں پڑھائی۔ پھر رات کے وقت بستر سے اُٹھ کر وضو فرمایا۔ مسجد میں جا کر نماز عشا ادا کرنا چاہتے تھے مگر جانے کی طاقت نہ پائی۔ اٹھتے وقت غشی کی سی حالت طاری ہوگئی۔ آنحضرتؐ نے اس طرح تین مرتبہ کوشش فرمائی مگر جانے کی طاقت نہ

پاتے تھے۔ تب آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو حکم فرمایا کہ آپ کی جگہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کیلئے کہہ دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ چاہتی تھیں کہ خود آنحضرتؐ ہی جا کر نماز پڑھائیں تا لوگوں کو حضور کے متعلق جو تشویش لاحق ہے اُس سے کچھ تسلی ملے۔ کہنے لگیں کہ میرے والد رقیق القلب ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں تو جذبات سے مجبور ہو کر رو پڑتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے یہ جانتے ہوئے کہ آپ کا اُٹھ کر جانا اور نماز پڑھانا ناممکن ہو رہا ہے دوبارہ فرمایا کہ ابوبکرؓ سے جا کر کہو کہ وہ نماز پڑھادیں۔ اسکے باوجود جب حضرت عائشہؓ نے اصرار کیا تو آنحضرتؐ نے ناراضگی سے اونچی آواز میں فرمایا تم عورتیں یوسف کی عورتوں کی مثل ہو۔ ابوبکرؓ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دو۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی بقیہ زندگی کی 17 نمازیں حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائیں۔ ایک دن جبکہ حضرت ابوبکرؓ موجود نہ تھے حضرت بلال نے اذان دی اور حضرت عمر کو نماز پڑھانے کیلئے عرض کیا۔ جب حضرت عمرؓ کی بلند آواز ساتھ کے کمرہ میں آنحضرتؐ کے کانوں میں پڑی تو آپ کو محسوس ہوا گویا آپ کی حکم عدولی کی گئی ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور مومنین کبھی یہ پسند نہ کریں گے کہ ابوبکرؓ لوگوں کے امام نہ ہوں۔ چنانچہ اسکے بعد سب نمازیں حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائیں۔

اس واقعہ کے بعد لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کو اپنا جانشین چُن لیا ہے کیونکہ نمازوں کی امامت کرنا آنحضرتؐ کی خلافت کے مترادف تھا۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکرؓ کے متعلق خلافت کی وصیت لکھ دوں مگر پھر اسے خدا اور مومنوں پر چھوڑ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو اُنہیں بہت روتے ہوئے پایا۔ رونے کا سبب پوچھنے پر انہوں نے کہا ہمیں آنحضرتؐ کی صحبت کی یاد تڑپا رہی ہے۔ جو لگتا ہے اب ہمیں نصیب نہ رہے گی۔ حضرت عباسؓ نے یہ خبر گھر آ کر آنحضرتؐ کو سنائی۔ آنحضرتؐ کا بخار۔ سر درد اور جسمانی کمزوری روز بروز بڑھتی رہی۔ اس اثناء میں ہفتہ 10 ربیع الاول آنحضرتؐ کے اہل خانہ نے مناسب سمجھا کہ حضورؐ کو وہ دوائی دی جائے جسے حضرت اسماء نے جو حضرت میمونہؓ کی رشتہ دار تھیں ہجرت حبشہ کے دوران تیار کرنے کا طریقہ سیکھا تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی نیم غشی کی حالت میں انہوں نے وہ دوائی آنحضرتؐ کو دی۔ ہوش آنے پر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کس نے اور کیوں حضور کے منہ میں دوائی ڈالی تھی۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ یہ دوا تیار کر کے حضور کو اس لئے دی گئی تھی کہ ہمیں یہ لگتا تھا کہ حضور کو شاید ذات الجنب ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری میں مبتلا نہ کرے گا۔ اس پر آنحضرتؐ نے اہل خانہ میں سے ہر ایک کو سوائے حضرت عباسؓ کے اس دوائی کو چکھنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت میمونہؓ اگرچہ روزہ سے تھیں اُنہیں بھی چکھنا پڑی۔

اس روز آنحضرتؐ نے اپنے آپ کو مسجد میں جا کر نمازیں ادا کرنے کے قابل پایا۔ آپ کا سر مبارک کپڑے سے بندھا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ کے سہارے آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے چل رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت نماز کی امامت کر رہے تھے۔ نمازیوں نے جب آنحضرتؐ کی تشریف آوری کو محسوس کیا تو فرط مسرت سے نماز میں تعطل کرنا چاہا مگر حضرت ابوبکرؓ نے ذرا زیادہ بلند آواز میں قرأت کو ادا کرنا شروع کر دیا تا پتہ لگے کہ نماز بدستور جاری ہے اور اس میں تعطل نہیں کیا جائے گا۔ آنحضرتؐ نے جو کچھ مشاہدہ کیا اُس سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی محسوس ہو گیا کہ نمازی کسی کے آنے پر اپنی نماز میں تعطل نہ کریں گے۔ جب آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ کے قریب ہوئے تا نماز میں شامل ہو جائیں تو حضرت ابوبکرؓ امامت کی جگہ سے پیچھے کو ہٹ گئے تا آنحضرتؐ خود امامت کرائیں مگر آنحضورؐ نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کی پشت پر رکھ کر اُنہیں واپس اپنی امامت کی جگہ پر کر دیا کہ تم ہی امامت جاری رکھو۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر نماز باجماعت ادا فرمائی۔ اس طور سے کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرتؐ کی متابعت کرتے اور پیچھے کھڑے مقتدین حضرت ابوبکرؓ کی قیادت وامامت کی متابعت کرتے۔

نماز کے بعد آنحضرتؐ مجمع میں تشریف فرما ہوئے اور نہایت صاف اور بلند آواز میں اُن سے خطاب فرمایا جسے مسجد کے باہر تک سنا جا سکتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا! لوگو تمہیں خوف ہے کہ میں فوت ہو جاؤں گا۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی زندہ رہا ہے جو میں زندہ رہ جاؤں۔ میں اپنے آقا اور تم سب کے آقا کو ملنے جا رہا ہوں۔ تم مجھے حوضِ کوثر پر ملنا۔ اور جو کوئی حوضِ کوثر سے سیراب ہونا چاہے اُسے چاہیئے کہ بیہودہ باتوں سے بچتا رہے اور مَیں تمہیں اتحاد کی تلقین کرتا ہوں اور

مہاجرین سے حسنِ سلوک کی۔ جب تک لوگ اللہ کے فرمانبردار رہیں گے تو اُن کے والی (حکمران) بھی اُن سے انصاف کرتے رہیں گے اور جب وہ نافرمان ہو جائیں گے تو اُن کے حکّام اُن پر ظلم کرنا شروع کر دیں گے۔

اے لوگو آگ تیار ہے۔ ظلمات کی لہروں کی طرح فتنے بڑھ رہے ہیں۔ بخدا اسکا مَیں کسی طرح ذمہ دار نہیں ہوں۔ مَیں نے کسی چیز کی اجازت نہیں دی مگر جسے قرآن نے جائز کیا۔ اور کسی چیز سے منع نہیں کیا سوائے جسے قرآن نے منع کیا ہے۔ اللہ کی لعنت اُن لوگوں پر ہے جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔

آنحضرتؐ کے ظاہری افاقہ پر مسلمانوں کی خوشی

آنحضرتؐ کی بیماری سے افاقہ کے آثار کے پیش نظر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے شام کی طرف مہم شروع کرنے کی بھی اجازت لی۔ حضرت ابوبکرؓ بھی آگے آئے اور حضورؐ سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول خدا تعالیٰ کی رحمت نے ہماری دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے آنحضورؐ کو صحت عطا فرمائی ہے۔ میں نے بنتِ خارجہ (یعنی ان کی بیوی) سے آج اُن کے ہاں جانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ کیا مَیں چلا جاؤں؟ آنحضرتؐ نے اس کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکرؓ مدینہ سے باہر مقام سخ جہاں انکی اہلیہ رہتی تھیں چلے گئے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی حسب معمول اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے دیگر تمام مسلمان بھی آنحضرتؐ کی کئی دنوں کی تشویشناک بیماری کے بعد خوشی خوشی اپنی اپنی جگہوں پر چلے گئے۔ آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں واپس تشریف لے آئے۔ بھری مسجد میں مسلمانوں کی خوشی سے اور اُن سے محوِ گفتگو ہو کر آنحضور ﷺ بہت خوش نظر آتے تھے۔ اسکے باوجود آپ بہت نقاہت محسوس کر رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے بصدل وجاں آنحضور ﷺ کی ہر طرح خدمت کی اور چاہتی تھیں کہ انہیں اسی طرح خدمت کی توفیق ملتی رہے۔ آنحضرتؐ نے ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات قریباً سکون سے بسر کی تھی۔ بخار اترا ہوا تھا اور بیماری میں افاقہ محسوس ہوا۔ یوں لگتا تھا کہ دوائی نے اپنا اثر کیا ہے۔ اتوار 11 ربیع الاول یعنی وفات سے ایک روز قبل کا ذکر ہے کہ بیماری کے آغاز میں آنحضرتؐ کے گھر میں سات دینار تھے جن کے متعلق آنحضورؐ نے گھر والوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ ان کو غرباء میں تقسیم کر دیا جائے۔ مگر آنحضرت صلعم کی تشویشناک بیماری۔ تیمارداری اور گرتی ہوئی صحت کی وجہ سے گھر والوں سے وہ رقم تقسیم کرنے سے رہ گئی۔ اس روز افاقہ کی حالت میں آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ رقم تقسیم کر دی گئی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ وہ رقم ابھی ان کے پاس ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ رقم لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دی جائے۔ پھر فرمایا محمدؐ کی کیا حالت ہو گی اگر اسی حالت میں (جبکہ رقم گھر میں پڑی ہوئی ہو) خدا کے حضور حاضر ہو۔ اس پر رقم غرباء میں تقسیم کر دی گئی۔

آنحضرت ﷺ کا وصیت لکھوانے کی خواہش ظاہر کرنا

آنحضرتؐ کا بیماری سے افاقہ اور مسجد میں تشریف لانا دراصل وفات سے قبل ایک عارضی افاقہ تھا۔ گھر واپس تشریف لے آنے پر آنحضورؐ کی طبیعت پھر سے بگڑنا شروع ہو گئی اور لحظہ بہ لحظہ شدت اختیار کرتی گئی۔ آنحضرتؐ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہمیں ہمیشہ بیماری اور تکلیف کو برداشت کرنے کی تلقین فرماتے رہے ہیں۔ حضورؐ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میری تکلیف کی شدت اتنی زیادہ ہے کہ اگر اسکو تم میں سے دو آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ برداشت نہ کر سکیں گے۔

سخت بخار کی حالت میں جبکہ آپ کے اردگرد آپ کے کئی صحابہ حاضر تھے حضورؐ نے قلم۔ دوات اور کاغذ لانے کا ارشاد فرمایا تا آپ اپنے متبعین کے فائدہ کیلئے وصیت لکھوا دیں جس پر اگر وہ عمل پیرا رہیں تو کبھی گمراہ نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ چونکہ آنحضورؐ کو سخت بخار سے کافی تکلیف ہے اور پھر اللہ کی ایک مکمل کتاب اُن کے پاس موجود ہے جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں ہم نے کچھ کمی نہیں چھوڑی۔ آنحضرت ﷺ کو مزید تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن حضرت عباسؓ اور بعض دیگر صحابہ کا خیال تھا کہ قلم دوات اور کاغذ لانا چاہیئے تا کہ وصیت کو لکھ لیا جائے۔ اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ وہ آپ کے پاس سے باہر چلے جائیں کیونکہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں اختلافات میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

جب آنحضرت ﷺ کی تیزی سے گرتی ہوئی صحت کے متعلق سخت تشویشناک خبر عام ہو گئی تو حضرت اسامہؓ مع اپنے فوجی افسروں کے جُرف کے پڑاؤ سے چل کر مدینہ میں حضور کی صحت کا حال معلوم کرنے کے لئے آ گئے۔ حضرت اسامہؓ حضرت عائشہؓ کی رہائش گاہ میں خاموشی سے بغیر کچھ بولے داخل ہو گئے۔ جب آنحضرت ﷺ کی نظر اسامہؓ پر پڑی تو آپؐ نے اپنے دونوں بازو اوپر کی طرف اٹھائے اور پھر اسامہؓ کے کندھوں پر رکھ دیئے۔ یہ ایک دعائیہ کنایہ تھا۔

12 ربیع الاول 11 ہجری بروز پیر حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد میں فجر کی

نماز پڑھا رہے تھے۔ ان کی قرأت کی آواز سُن کر آنحضرت ﷺ نے حجرے کے دروازے کا پردہ ہٹوادیا اور دروازے میں کھڑے ہو کر مسجد کے اندر نگاہ ڈالی۔ آپ نے مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ پھر پردہ کر دیا۔ ضعف ونقاہت کے باعث حضورؐ خود مسجد تشریف نہ لے جاسکے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس وقت سے زیادہ میں نے کبھی رسول کریم ﷺ کی صورت بارونق اور اچھی نہیں دیکھی تھی۔ پھر آنحضرت ﷺ واپس حجرہ میں تشریف لے آئے اور لوگ سمجھے کہ آپ کو اب مرض سے افاقہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ بھی اطمینان سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت فاطمہؓ سے سرگوشی

آنحضرت ﷺ کی بیماری اور تکلیف میں اضافہ ہو رہا تھا۔ بخار کی اتنی تیزی تھی کہ گھر کے لوگ جب آپ کے جسم پر دیئے گئے کپڑے کو ہاتھ لگاتے تو گرمی کی شدت کو محسوس کرتے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ جن سے آپ کو بے حد محبت تھی اور آپ کی ساری اولاد میں سے صرف وہی زندہ رہ گئی تھیں ہر روز حضورؐ کی بیمار پُرسی کیلئے تشریف لاتیں۔ آنحضرتؐ کا یہ معمول رہا تھا کہ جب کبھی حضرت فاطمہؓ ان کے گھر آیا کرتیں تو حضورؐ کھڑے ہو جایا کرتے۔ خوش آمدید کہتے۔ اُن کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنی مسند پر بٹھاتے تھے۔ مگر جب وہ حسب دستور سوموار کی صبح کو طلوع آفتاب کے بعد آئیں تو حضورؐ نے اُنہیں خوش آمدید کہا اور اُس دن حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کو چُوما۔ آنحضرتؐ نے اُن کو اپنے بستر کی ایک طرف اپنے قریب بٹھالیا۔ پھر اپنی بیٹی کے کان میں کچھ فرمایا۔ آپؐ کی بات سُن کر حضرت فاطمہؓ رو پڑیں۔ تب آپؐ نے دوسری مرتبہ اُنہیں اپنے پاس کر کے ان کے کان میں کچھ فرمایا جس پر وہ مسکرادیں۔ حضرت عائشہؓ کو جستجو ہوئی کہ یہ کیا راز تھا۔ مگر حضرت فاطمہؓ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ پہلی مرتبہ آنحضرتؐ نے بتایا تھا کہ آپ اس بیماری میں وفات پا جائیں گے جسکی وجہ سے وہ رو پڑی تھیں۔ اور دوسری مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے خاندان سے سب سے پہلے وفات پا کر حضورؐ سے ملنے والی وہ خود ہوں گی۔ جس پر وہ مسکرادی تھیں۔ (اور ایسا ہی ہوا۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں)

آپ نے اپنے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے نزدیک بلا کر چُوما اور اُن کیلئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے گفتگو فرمائی اور نجی معاملات کے متعلق ہدایات ارشاد فرمائیں۔ بعدہٗ اپنے اصحاب سے بھی مخاطب ہوئے اور اُنہیں قیام صلوٰۃ اور قیدیوں اور غلاموں سے حُسن سلوک کی تلقین فرمائی۔

بخار کی تیزی کو کم کرنے کیلئے آنحضرتؐ کے بستر کے پاس ایک برتن رکھا گیا تھا جس میں وقتاً فوقتاً ٹھنڈا پانی ڈالا جاتا تھا۔ آنحضرتؐ اس میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرہ پر پھیرتے تھے۔ شدّتِ بخار سے کبھی بے ہوشی کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ ایسی حالتوں کے وقفہ کے دوران آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے یہ الفاظ سنے کہ ہائے میرے والد کو کتنی تکلیف برداشت کرنا پڑ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج کے دن کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے گی۔ یعنی حضورؐ وفات پا جائیں گے۔

آنحضرت ﷺ کی حالت تیزی سے بگڑنی شروع ہوگئی اور یہ یقین ہونے لگا کہ اب زندگی کے چند گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔ بستر پر آپؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ حضورؐ ٹھنڈے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ پر پھیر لیتے تھے۔ چہرہ کبھی سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد پڑ جاتا۔ زبان آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔ یہ الفاظ ادا فرماتے رہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُمَّ اعنی علیٰ سکرات الموت۔ انگلی آسمان کی طرف بلند کی اور دھیمی آواز آ رہی تھی کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے وہاں لے جا جہاں تُو صالحین۔ نبیوں اور جن سے تو پیار کرتا ہے کو لے گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر ایک تازہ مسواک ہاتھ میں لئے گھر میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے مسواک پر نظر جمادی۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ آپ کا مسواک کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔ اُمّ المؤمنینؓ نے دانتوں میں نرم کر کے مسواک پیش کی اور آپ نے تندرستوں کی طرح مسواک فرمائی۔ پھر آپ کے سانس کی حالت خراب ہوگئی۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا میرے سر کو ذرا اوپر کر کے اپنی طرف رکھو کیونکہ مجھے اچھی طرح سے سانس لینا مشکل ہوگیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا کہ خود بیٹھ کر آنحضورؐ کے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھا۔

موت کا سایہ ہر لحہ بڑھ رہا تھا۔ بے چینی سے آنحضرتؐ کبھی ایک طرف دیکھتے کبھی دوسری جانب۔ کبھی منہ پر کپڑا لیتے اور گرمی محسوس کرنے پر اتار دیتے اور اتارنے کی حالت میں بار بار فرماتے یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو کہ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ اسطرح آپؐ بالواسطہ صحابہ کو بتا رہے تھے کہ اگرچہ تم مجھے دیگر تمام نبیوں پر فضیلت دیتے رہو گے مگر خبردار میری قبر کو

عبادت گاہ نہ بنالینا۔ اسے صرف ایک قبر ہی رہنے دینا۔ تمہارا مطمح نظر صرف خدائے واحد کی عبادت ہی رہے۔

آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ سے یوں مخاطب تھے۔ اے خدا مجھے جان کنی کی تکلیف برداشت کرنے میں میری مدد فرما۔ موت کی گھڑی آ چکی تھی سینہ سے سانس کی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر ایک دم ہاتھ کی اُنگلی کو اونچا کیا اور نظر اوپر کو اُٹھائی گویا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ پھر زبان مبارک سے یہ الفاظ سنائی دیئے الرفیق الاعلیٰ من الجنہ۔ بعض روایات میں اَللّٰھُمَّ فی الرفیق الاعلیٰ۔ آنحضرتؐ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ کا سر مبارک مجھے بھارا محسوس ہونے لگا۔ میں نے چہرہ پر نظر ڈالی تو آنکھیں پتھرا چکی تھیں اور آپ کی رُوح اپنے خالق و مالک کی طرف پرواز کر چکی تھی۔ میں نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بخدا آپ کو جس نے حق سکھانے کیلئے رسول بنا کر بھیجا آپ نے اس آخری اختیار کو جو آپ کے سامنے رکھا گیا تھا اس میں سے بہتر کو انتخاب فرمایا ہے۔ مزید فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی روح قفسِ عنصری سے ایسی حالت میں پرواز ہوئی جبکہ آپ کا سر مبارک میرے دل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ میں نے آپ کا سر مبارک تکیے پر رکھ دیا اور اُٹھ کر دیگر عورتوں میں جو بیمار پرسی کیلئے آئی ہوئی تھیں شامل ہوگئی۔ یہ 12 ربیع الاول 11 ہجری پیر کا دن اور چاشت (قبل از دوپہر گیارہ بجے) کا وقت تھا۔ آپ کی عمر مبارک قمری حساب سے 63 سال اور 4 دن بنتی ہے اور شمسی حساب سے 61 سال اور 48 دن۔ (جاری ہے)

ایک احمدی سائنس دان کا اعزاز

ڈاکٹر ناصر احمد پرواز، سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ

احباب جماعت میں یہ خبر خوشی سے سنی جائے گی کہ ہمارے احمدی سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خاں صاحب مقیم امریکہ کو پاکستان زوآلوجیکل سوسائٹی کی جانب سے ان کی اہم سائنسی تحقیقات کے اعتراف میں سال 2014 کے لئے لائف اچیومنٹ ایوارڈ عطا کیا گیا ہے۔ (ان کی تحقیقات کی تفصیل کا ہلکا سا خاکہ الفضل مؤرخہ 2 اپریل اور 3 اپریل 2014 میں دو اشاعتوں میں شائع ہو چکا ہے) زوآلوجیکل سوسائٹی آف پاکستان کے صدر ممتاز قومی پروفیسر ڈاکٹر اے آر شکوری تمغہ امتیاز نے اس اعزاز کے متعلق ڈاکٹر محمد شریف خاں صاحب کو مطلع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''مجھے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ زوآلوجیکل سوسائٹی آف پاکستان کی انتظامیہ کمیٹی نے 2014 کے لئے آپ کو لائف اچیومنٹ ایوارڈ عطا کرنے کی منظوری دی ہے۔ یہ ایوارڈ آپ کو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں 25 فروری 2014 کو پاکستان کانگریس آف زوآلوجی کے زیر اہتمام ہونے والی بین الاقوامی زوآلوجیکل کانفرنس کے موقع پر عطا کیا جائے گا۔'' ڈاکٹر صاحب موصوف خود تو اس موقعہ پر تشریف نہیں لے جا سکے ان کے ایک احمدی شاگرد وسیم احمد خاں نے یہ اعزاز وصول کیا۔ اللہ تعالیٰ اس اعزاز کو ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے اور جماعت کے لئے مبارک کرے۔ آمین۔

ایوارڈ عطا کرنے کے موقعہ پر کہا گیا کہ ''ڈاکٹر (محمد شریف) خان نے پنجاب یونیورسٹی سے 1963 میں ایم ایس سی کی اور یونیورسٹی میں اول آنے پر ولیم رابرٹس گولڈ میڈل حاصل کیا۔ آپ نے 1963 میں ہی تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے لیکچرر کی حیثیت سے اپنا کام شروع کیا اور 1999 میں ایسوشی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ڈاکٹر خان نے پاکستان کے HERPS پر اپنا تحقیقاتی کام ایسے وقت میں شروع کیا جب ان کے سامنے کوئی مثال موجود نہیں تھی اور ثابت قدمی کے ساتھ اس میدان میں تحقیقات جاری رکھی اب تک ڈاکٹر صاحب 34 نئی اقسام دریافت کر چکے ہیں جن میں 14 سانپ، 15 چھپکلیاں اور 8 مینڈک شامل ہیں۔ انہیں بین الاقوامی سطح پر اس میدان کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مختلف زبانوں میں ان کی متعدد کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کئی بین الاقوامی اداروں کے منصوبوں پر کام کیا ہے ان میں ورلڈ وائلڈ لائف پاکستان اور 'پاکستان سائنس فاؤنڈیشن' کے منصوبے قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بہت سے ایم ایس سی کے مقالوں کی نگرانی کی اور اب بھی اپنے میدان میں ریسرچرز کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے اپنا تمام جمع شدہ نایاب قیمتی سرمایہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کو عطا کر دیا ہے اور وہاں ریسرچرز کے کام آ رہا ہے۔ اس خاص میدان میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں 2002 میں سال کا بہترین ماہر حیوانیات قرار دیا گیا تھا۔''

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اس میدان میں احمدیت کا نام اور زیادہ روشن کرنے والے ہوں۔